ناشر اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ

# نقشہ اسٹال

برموقعہ سالانہ تبلیغی اجتماع رائیونڈ 08 تا 18 نومبر 2012ء

شمال

سٹال نمبر 5،6

مکتبۃ اہل السنۃ والجماعۃ

مغرب

بازار نمبر 3

بازار نمبر 2

بازار نمبر 1

کراچی کینٹین

سنہری روڈ

پنڈال

مشرق

سڑک بطرف مغرب (مکتبہ اہل السنۃ)

پانی والی ٹینکی
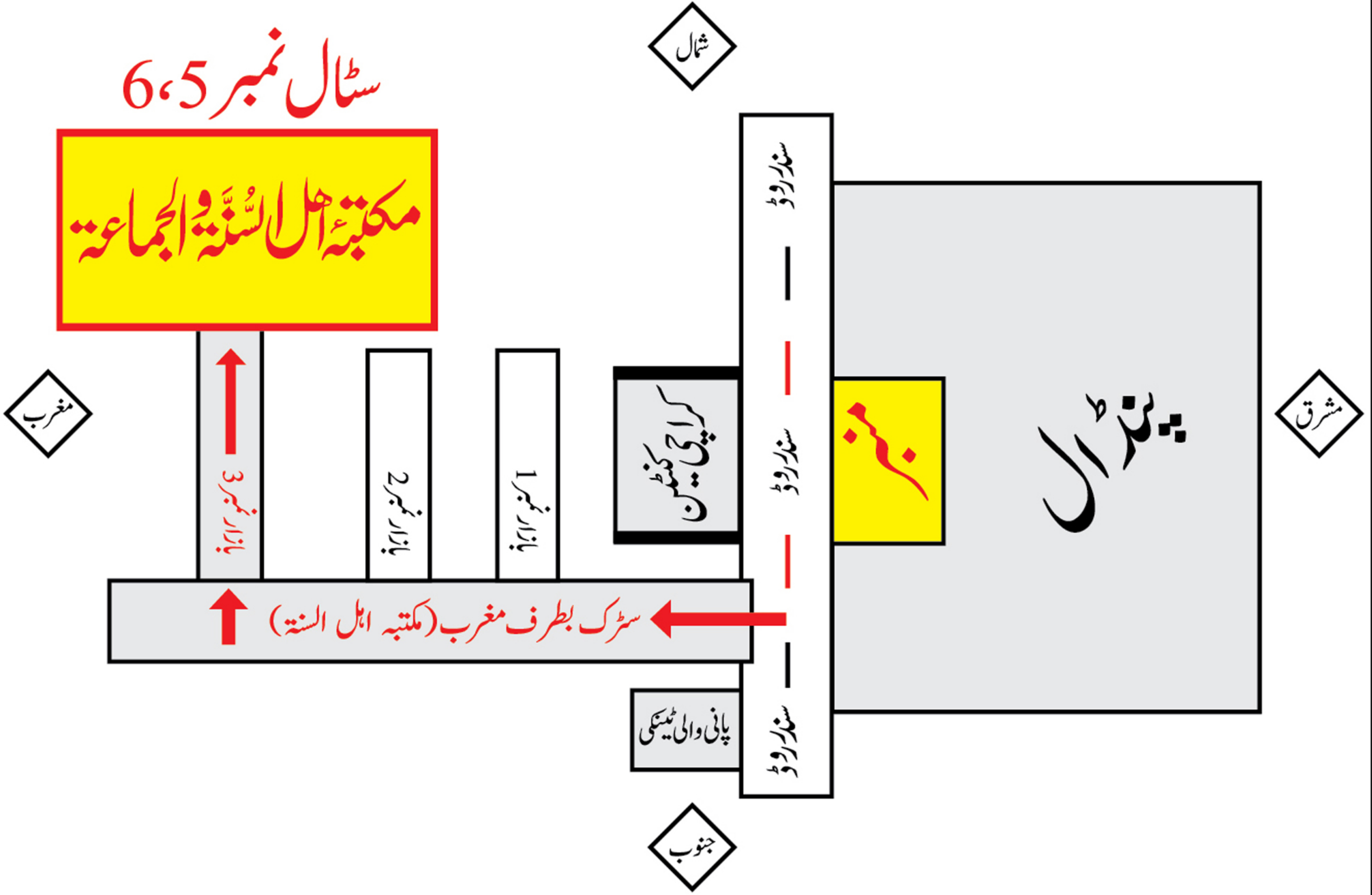
جنوب

بکرا اوسط : 15,000 روپے

بکرا اعلیٰ : 20,000 روپے

گائے فی حصہ : 7,000 روپے

رابطہ:

0346-7357394

0300-8172087

0307-7923095

حسب سابق اس سال بھی مرکز اہل السنۃ والجماعۃ 87 جنوبی سرگودھا میں اجتماعی قربانی کا اہتمام کیا گیا ہے

ترجمانِ فکرِ امینِ ملت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی
مجلہ
سہ ماہی
قافلہ حق
سرگودھا
مدیرِ اعلیٰ
مولانا محمد الیاس گھمن
جلد نمبر 6
اکتوبر، نومبر، دسمبر 2012ء
شمارہ 4
بیاد
مناظرِ اسلام، وکیلِ احناف
مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ
بفیضان نظر
امین العلماء قطب العصر
مولانا سید محمد امین شاہ رحمۃ اللہ علیہ
پسند فرمودہ
امام اہل السنۃ شیخ الحدیث والتفسیر
مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ
زیر سرپرستی
حکیم شاہ محمد اختر حفظہ اللہ
زیر نگرانی
مولانا منیر احمد منور حفظہ اللہ
مجلس مشاورت
مولانا فضل الرحمن دھرم کوٹی
مولانا عبدالغنی طارق لدھیانوی
مولانا مفتی محمد مجاھد
مولانا محمد طیب حنفی
مولانا عبداللہ عابد وڑائچ
مولانا محمد رضوان عزیز
مولانا مقصود احمد
قیمت فی شمارہ
25/- روپے
جواب طلب امور کیلئے جوابی لفافہ ضرور ہمراہ بھیجیں
منی آرڈر کوپن پر اپنا پتہ مکمل واضح اور خوشخط لکھیں
ہر بار خط وکتابت میں اپنا مکمل پتہ لکھیں
خط میں رقم ڈال کر ہرگز نہ بھیجیں
ایجنسی ہولڈر مہر لگائیں یا ہدیہ دینے والے احباب اپنا نام تحریر فرمائیں
بیرون ممالک
امریکہ، اسٹریلیا، جنوبی افریقہ اور یورپی ممالک
35 ڈالر ....... سالانہ
سعودیہ، انڈیا، متحدہ عرب امارات اور عرب ممالک
25 ڈالر ....... سالانہ
ایران، بنگلہ دیش 20 ڈالر ....... سالانہ
برائے رابطہ
دفتر سہ ماہی قافلہ حق سرگودھا
مرکز اھل السنۃ والجماعۃ
87 جنوبی لاہور روڈ سرگودھا 048-3881487,0346-7357394

# آئینہ مضامین

# درس قرآن

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ لَنْ يَنَالَ اللّٰهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلٰكِنْ يَنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ﴾

[الحج:37]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کو قربانی کے جانور کا گوشت اور خون نہیں پہنچتا بلکہ اس تک تو تمہارا تقوی پہنچتا ہے۔

**تشریح:** قربانی ایک عظیم الشان عبادت ہے جو ہر سال ذوالحجہ کے مہینہ میں سرانجام دی جاتی ہے۔ اس کی مشروعیت تو ہر شریعت میں رہی لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت میں یہ خصوصی اہمیت اختیار کر گئی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خالصتاً اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو قربانی کے لیے پیش کیا تھا۔ اسی یاد میں اسے "سنت ابراہیمی" سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔

قربانی کا عمل بارگاہ الٰہی میں شرفِ قبولیت اس وقت حاصل کرتا ہے جب مسلمان رضاءِ الٰہی کے لیے جانور ذبح کرے۔ مقصود صرف یہ ہو کہ میں امرِ خداوندی کی تعمیل کر رہا ہوں، اور اپنا مال اسی کی خوشنودی کے لیے پیش کر رہا ہوں۔ اگر نیت ریاکاری یا محض گوشت کھانے کی ہو تو یہی عمل قبولت تو در کنار الٹا وبالِ جان کا سبب بن جائے گی۔

مسلمان کو چاہیے کہ قربانی ہو یا کوئی اور عبادت اس کو صرف اللہ کا حکم سمجھ کر خالص اس کو راضی کرنے کے لئے کرے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اخلاص کی توفیق نصیب فرمائیں۔ (آمین بجاہ النبی الکریم)

# درسِ حدیث

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"مَا عَمِلَ آدَمِيٌّ مِنْ عَمَلٍ يَوْمَ النَّحْرِ أَحَبَّ إِلَى اللّٰهِ مِنْ إِهْرَاقِ الدَّمِ أَنَّهُ لَيَتَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِقُرُوْنِهَا وَأَشْعَارِهَا وَأَظْلَافِهَا وَإِنَّ الدَّمَ يَقَعُ مِنَ اللّٰهِ بِمَكَانٍ قَبْلَ أَنْ يَّقَعَ مِنَ الْأَرْضِ فَطِيْبُوْا بِهَا نَفْساً"

(جامع الترمذی ج1ص275 باب ما جاء فی فضل الاضحیہ)

ترجمہ: عید الاضحی کے دن کوئی نیک عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک قربانی کا خون بہانے سے محبوب اور پسندیدہ نہیں۔ قیامت کے دن قربانی کا جانور اپنے بالوں، سینگوں اور کھروں سمیت آئے گا اور قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے ہاں شرفِ قبولیت حاصل کر لیتا ہے، لہذا تم خوش دلی سے قربانی کیا کرو۔

**تشریح:** اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کہ اس ایام میں سب سے محبوب اور پسندیدہ عمل قربانی کرنا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ قربانی سے ایک اطاعت شعار مسلمان کو یہ درس ملتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے لیے ہر قسم کی فرمانبرداری اور قربانی پیش کرنے کے لیے تیار رہے، مال ومتاع کی فانی محبت کو چھوڑ کر خالص اللہ تعالیٰ کی محبت دل میں پیدا کرے۔ مال جو انسان کو بہت محبوب ہوتا ہے[العادیات:8] تو اسے اپنے ہاتھ سے قربان کروا کر یہ باور کرایا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے مسلمان اپنی محبوب ومرغوب چیز بھی قربان کر سکتا ہے۔ اللہ ہمیں خلوصِ دل سے قربانی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

# شمع بت خانہ مجھے ؟ ۔۔۔

27 ستمبر 2012 کی وہ شام کس قدر حسین تھی جب اس ذرۂ خاک کو رفعتِ افلاک سے ہمکنار ہونے کے لئے چن لیا گیا، اگرچہ قید وبند، پابندیٔ سلاسل یا زہر ہلاہل آسودہ حال زندگی کے لئے سوہانِ روح ہیں لیکن دشت جنوں کے آبلہ پاؤں کے لئے کسی نعت عظمیٰ سے کم نہیں۔ یہی تو وہ مقامِ دلنواز ہے جس سے ابنائے عصر بے خبر ہیں کہ کسی کے لئے مرنا ہی تو زندگی ہے اور پھر مرنا بھی اس کے لئے جو سببِ زندگی ہے۔ ہفت اقلیم کی بادشاہتیں اس کی اک ادائے فقر پر قربانِ دل وجان تو کچھ بھی نہیں دو جہاں بھی شاہِ لولاک کی حرمت پر کٹ مرتے تو حق ادا نہ ہوتا۔ روز روشن کی آزمائشیں کوئی نئی نہیں، جنوں کی منزل کے یہ ابتدائی مرحلے ہیں۔ ہم جیسے شوریدہ سر سو بار اس آتش و آہن کا کھیل کھیلے ہیں، زنجیروں کا زیور پہن کر عروسِ نو کی طرح اپنی زیبائش پر اترانا تو ہمیں وراثت میں ملا ہے۔

ہم نے چومی ہیں بہت دار ورسن کی چوٹیاں
سجدے امڈے ہیں جبیں میں باب زنداں دیکھ کر

کبھی اس کے یاروں رضی اللہ عنہم اجمعین کی ناموس میں پا بہ زنجیر ہوئے، کبھی اس کے کلمے کی بلندی کے لئے پسِ زنداں ہوئے تو کبھی حق گوئی کی پاداش میں پابندِ سخن ہوئے۔ اس دار ورسن سے آنکھ مچولی تو تب سے شروع ہے جب مسوں نے پھوٹ کر مرد آہن اور صنف نازک میں خطِ امتیاز نہ کھینچا تھا البتہ آج تو خط امتیاز میں بھی چاندنی اتر آئی ہے، مگر ہم ہیں کہ: ع جہاں کل تھے وہیں آج کھڑے ہیں

راقم کو ہر دور میں مصلحت پسندی کا درس دینے والوں نے اپنی نصیحتوں میں

کمی نہ کی لیکن میں مجبور ہوں کہ جب بات فخر موجودات سرور کائنات محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس کی آجاتی ہے تو پھر مجھے اپنا سر بال دوش محسوس ہوتا ہے اور خواجہ یثرب کی حرمت پر کٹ مرنے کو دل بے چین ہو جاتا ہے اور میری اسی دیوانگی نے دیوانوں کو جگا دیا۔

27 ستمبر کو جب ختم نبوت کانفرنس میں تاجدار ختم نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس کی اہمیت بتانے اور ان راہزنوں کی حقیقت کو آشکار کرنے کے لئے بندہ نے کمر ہمت باندھی تو بہت سوں کے کمر بند ڈھیلے پڑ گئے۔ اور ناجائز پروپیگنڈہ کر کے شہر کی انتظامیہ کو مجھے پابند سلاسل کرنے پر مجبور کر دیا لیکن کب تک ؟؟؟؟

آخر ختم نبوت کی خاطر گرفتاری ہو اور خدا کی رحمت جوش میں نہ آئے، آج خدا کی وہ رحمت اور محبت کا منظر میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں بندگان خدا کا ایک لشکر ہے جو اپنے جذبات کا اظہار کر رہا ہے۔ ختم نبوت کے لئے یہ چار دن کی گرفتاری نے مجھے جو عزت بخشی ہے تو ان کی عزت کا عالم کیا ہو گا جو ختم نبوت کے تحفظ کے لئے کٹ گئے۔ باہر لوگ نعروں سے سینہ افلاک کو چاک کر رہے ہیں۔ اور میں گاڑی میں بیٹھا جنگ یمامہ کا منظر دیکھ رہا ہوں جب 12 سو صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین ناموس ختم نبوت پر کٹ رہے ہیں میری آنکھوں کے سامنے ان کے کٹے ہوئے جسم ہیں۔۔۔ یہ بوڑھی اماں کون ہے جو اپنے بیٹے کے سر سے سہرا اتار کر پیشانی چوم کر کچھ کہہ رہی ہے ٹھہرو اے قافلہ والو! ذرا مجھے اس بوڑھی کی آواز تو سننے دو: "بیٹا! آج تیرے سر پر شادی کا سہرہ میں نے دیکھ لیا ہے اب جاؤ اور دیکھو لوگ کس طرح ختم نبوت پر کٹ رہے ہیں، بیٹا اپنی جان دے دو آج محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم تیری طرف دیکھ رہے

ہیں۔" سعادت مند بیٹا آگے بڑھا اور گولیوں کا نشانہ بن کر جامِ شہادت نوش کر گیا۔ یہ میں کہاں سے کہاں آگیا شاید جنگ یمامہ سے لاہور کے مال روڈ پر آگیا ہوں جہاں ایک ہی دن میں دس دس ہزار جوان ناموس رسالت اور ختم نبوت کے لئے قربان ہو گئے کاش میں بھی ختم نبوت کے تحفظ میں کام آجاؤں کاش میرا خدا مجھے وہ کیل بنادے جو مرزائیت اور دنیائے الحاد کے تابوت میں آخری کیل ثابت ہو۔

کاش یہ بات ان ملعونوں کو بھی معلوم ہو جائے جو توہین رسالت کا ارتکاب کرتے ہیں کہ مسلمان تحفظ ناموس رسالت پر کٹنا کس قدر سعادت سمجھتے ہیں کہ میرے جیسا عام آدمی بھی اگر ناموس رسالت کے لئے چار دن پابند سلاسل ہو جائے تو یہ اس کے استقبال کی تاریخ رقم کر دیتے ہیں تو جو پھانسی کے پھندوں پر جھول جانے والے ہیں، ان کا مقام و مرتبہ کیا ہو گا۔ میری گرفتاری پر نوجوانوں کا لشکر جن کی ظاہری وضع قطع تو صلحاء والی نہ تھی مگر وہ اس ظاہری بے دینی کے لبادے میں بھی وہ عشق رسول سے معمور دل رکھتے تھے۔ آج سڑکوں پر دیوانہ وار نعرہ رسالت بلند کر رہے تھے، ایک دوست مجھ سے کہنے لگے یہ سب آپ کی قربانی کا نتیجہ ہے کہ ہزاروں جوان شبان ختم نبوت میں شامل ہو کر تحفظ ختم نبوت کا فریضہ سرانجام دینے کو تیار ہو کر نکلے ہیں، اور آپ کی اس تکلیف اٹھانے سے مرزائیت کے دجل کا پردہ اٹھ گیا ہے میرے دل سے اک ہوک سی اٹھی۔ ؎

میرے مٹنے سے جو بڑھ جائے حرم کی روشنی
آؤ گل کر دو سمجھ کر شمع بت خانہ مجھے

# چاک گریبان کئے ہوئے

مولانا محمد رضوان عزیز حفظہ اللہ

کیسی بے چینی اور بے یقینی کی مسموم فضا ہے، سب آسائش وآرام میسر ہونے کے باوجود بھی بے آرامی ہے۔سنا تھا نیند تو کانٹوں پر بھی آجاتی ہے مگر یہ کیا اب تو پھولوں کے بستر بھی نیند لانے میں معاون ثابت نہ ہو سکے۔ اک درد ہے، اک گھٹن ہے،،جی وہی درد، وہی سوز اور وہی گھٹن ہے جس کے بارے میں حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے فرمایا تھا:

صُبَّتْ عَلَیَّ مَصَائِبٌ لَوْ اَنَّہَا صُبَّتْ عَلَی الْاَیَّامِ صِرْنَ لَیَالِیَا

دنیا اپنے محسنوں کی قدر کرتی ہے مگر افسوس یہاں محسن کائنات کی بے قدری کی گئی ہے۔غازۂ کائنات، فخر موجودات، سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کوئی ایسی معمولی ضرب نہیں جس کو ہضم کیا جاسکے،دل میں تکلیف ہو تو تمام جسم بے چین ہو کر تڑپتا ہے اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ پوری کائنات کا دل ہیں، جن کے صدقے کائنات کو وجود ملا، دریاؤں کو طغیانی، ہواؤں کو روانی، چاند کو تابانی اور ستاروں کو ضوء افشانی ملی، آسمان کو بلندی اور زمین کو عاجزی ملی، پھولوں کو مہکنا اور بلبلوں کو چہکنا ملا، آج بعض بد طینت، بد فطرت انسانیت کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ بننے والے راندۂ درگاہ یہودیوں نے جناب رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرتے ہوئے ان پر فلمیں بنائی ہیں اور یہودیت کی یہ سیاہ تاریخ ہے جس میں ان کے ناپاک ہاتھ انبیاء کرام علیہم السلام کے مقدس خون سے رنگے گئے ہیں۔

ناوک وشنام تو ایک ثانوی چیز ہے کاش ان ملعونوں کو یہ خبر ہوتی کہ مسلمان اگرچہ کمزور ہی سہی لیکن حرمتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر کٹ مرنے کی تمنا لے کر جی رہے ہیں۔ یہ ملعون سات سمندر پار بیٹھ کر اپنی خباثت کا اظہار کر رہے ہیں اور پھر ستم بالائے ستم کہ تمھارے ناپاک وجود اور امتِ مسلمہ کے پاکیزہ جذبات کے درمیان تمھارے کٹھ پتلی حکمران حائل ہیں۔ اگر یہ درمیانی رکاوٹیں جو مسلم حکمرانوں اور مسلح اسلامی افواج کی شکل میں درسِ رواداری دینے کے لئے درمیان میں رکاوٹ بنی کھڑی ہیں کاش یہ رکاوٹیں نہ ہوں، پھر زمین وفلک وہ نظارہ دیکھتے کہ ازل سے ابد تک ایسا نظارہ چشمِ فلک نہ دیکھا ہوتا۔

کبھی عیسائی ملعونوں نے جسدِ اطہر کو چرانے کی ناپاک سعی کی جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے مقرب بندے سلطان نور الدین زنگی حنفی رحمہ اللہ کے ذریعے ناکام فرمادیا۔ اور سلطان نور الدین محمود بن ابو سعید زنگی حنفی رحمہ اللہ نے روضہ مبارک کے گرد سیسے کی دیوار بنا کر یہود وہنود کی دسیسہ کاریوں سے روضہ اطہر کو محفوظ فرمادیا۔

امت مسلمہ کا یہ مرکز جس پر ہمیں بجاطور پر فخر کرنے کا حق ہے وہ بحمد اللہ تعالیٰ محفوظ ہے۔ اپنے ہاتھوں سے اپنے انبیاء علیہم السلام کو قتل کرنے والے ملعونو! تمھارے پاس کونسا آسمانی مذہب محفوظ ہوگا، جب اس مذہب کو لانے والے ہی تمھارے شر سے محفوظ نہ رہے۔ ہم مسلمان فخر سے کہتے ہیں کہ ہماری جبینوں کا کعبہ بھی محفوظ ہے اور دل کا قبلہ بھی، ہمارا قرآن بھی محفوظ ہے اور ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا روضہ اطہر بھی۔ "مُوتُوا بِغَيْظِكُم" اپنے غیض وغضب اور حسد میں جل مرو تم ہمارے جیسی عزت نہیں پاسکتے۔

ہاں البتہ تمھیں اپنی خباثتوں کے ذریعے اپنے ایجنٹوں کے ہاتھوں اتنی سی کامیابی تو مل گئی ہے کہ امت میں شکوک وشبہات پھیلا لیتے ہو۔ قرآن وحدیث کی غلط تشریحات امت میں پھیلا کر بعض کوڑھ مغزوں کو اس مرکزِ ملت سے کاٹ لیتے ہو لیکن تمہارے یہ سارے پھیلائے ہوئے وساوس اور شبہات تار عنکبوت سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتے۔ اب بحمد اللہ قوم کی آنکھیں کھل گئی ہیں اور امت مسلمہ نے تمھارے مکروہ چہرے کو دیکھ لیا ہے اور ان لوگوں کو بھی پہچان لیا ہے جو دن رات تمھارے مشن کی تکمیل میں سرگرم ہیں اور امت کو روضہ اطہر سے توڑنے کی ناپاک سعی میں مشغول ہیں اور تواتر سے ثابت امت کے مسلمہ عقیدے کو سند متصل کا بہانہ بنا کر انکار کر دیتے ہیں۔ یہ وہ خفیہ دشمن ہیں یا وہ دشمن ایمان جونکیں ہیں جو کبھی تو سلطان نورالدین زنگی حنفی رحمہ اللہ والے ایمان افروز واقعے کا صرف اس لئے انکار کر دیتے ہیں کہ اس سے ان عقیدے: "یجب علی المسلمین انکارھا و تسویتھا من غیر فرق بین نبی و غیر نبی" [حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے روضے کا گرانا واجب ہے، اعاذنا اللہ]

الروضۃ الندیۃ:ج1ص 178

بظاہر ان کے اس مکروہ عقیدہ پر ان کا عمل ناممکن نظر آتا ہے اور وہ دن رات صرف اس کوشش میں ہیں کہ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور ان کا عشق امت کے دل سے کسی نہ کسی طرح ختم کر دیا جائے۔ کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کا انکار کرتے ہیں اور احادیث مبارکہ کی تحریف سے بھی باز نہیں آتے، جیسے کہ ان کا احادیث کے بارے میں وطیرہ ہے۔ دیکھئے [ الحدیث ش 62

ص 11 ]اور کبھی روضہ اطہر پر حاضر ہونے والے دیوانوں کو روکنے کے لئے یہ کوشش کرتے ہیں کہ روضہ اقدس کی زیارت کے لیے آنے والوں کو "لَا تَجْعَلُوْا قَبْرِیْ عِیْدًا" والی حدیث کی غلط تشریح سنا کر روک دیا جائے۔ استغفر اللہ کس قدر بے دینی کا دور دورہ ہے اور لوگ کس قدر فکرِ آخرت سے بے فکر ہو گئے ہیں۔

لیکن ٹھہرو! تمھاری یہ غلط فہمی دور کرتا چلوں کہ یہ امت کبھی بھی اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نہیں چھوڑ سکتی، لاکھ حربے آزماؤ، انکارِ حدیث کے چور دروازے تلاش کرو، سند کے بہانے سے زیارت روضہ اطہر سے روکنے کی کوشش کرو، تمھارا یہ خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہو گا۔ ہمارا سب کچھ کل بھی آقا مدنی صلی اللہ علیہ وسلم اور آقا مدنی کا روضہ تھا، آج بھی سب کچھ وہی ہے، ہمارا جینا مرنا اسی ہستی کے لیے ہے۔ اے امتِ مسلمہ کے جری جوانو! اٹھو اور بد طینیت، بد فطرت اور ننگِ انسانیت لوگوں کو بتا دو کہ سلطان نور الدین زنگی حنفی رحمہ اللہ کے جانشین آج بھی زندہ ہیں جو اپنی جانیں ناموسِ رسولِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان کر دیں گے، زبانی دعوؤں اور دیواروں پر وال چاکنگ کے ذریعے حرمتِ رسول پر قربان ہونے کا زبانی جمع خرچ کافی نہیں ہے۔

لیلیٰ لیلیٰ کر کے مت پیار جتلا پہلے مجنوں بن کر پتھر کھانا سیکھو
لوگ تیرے دیوانے خود بن جائیں گے شمع کی صورت اپنا آپ جلانا سیکھو
سرمد بن کر چوم لے قاتل کی تلوار قتل سے پہلے قاتل کو تڑپانا سیکھو

# فضائل ومسائل قربانی

متکلمِ اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ

## قربانی کی اہمیت:

قربانی ایک عظیم الشان عبادت ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے شروع ہوئی اور اُمت محمدیہ علی صاحبہا السلام تک مشروع چلی آرہی ہے۔ ہر مذہب وملت کا اس پر عمل رہا ہے۔ قرآن کریم میں ایک جگہ ارشاد ہے:

﴿وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا لِيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ" الآیۃ﴾ (حج:34)

ترجمہ: ہم نے ہر امت کے لئے قربانی مقرر کی تاکہ وہ چوپائیوں کے مخصوص جانوروں پر اللہ کا نام لیں جو اللہ تعالیٰ نے عطاء فرمائے۔

قربانی کا عمل اگرچہ ہر امت میں جاری رہا ہے لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں خصوصی اہمیت اختیار کر گیا، اسی وجہ سے اسے ''سنت ابراہیمی'' کہا گیا ہے۔ کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے محض خدا کی رضا مندی کے لیے اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو قربانی کیلئے پیش کیا تھا۔ اسی عمل کی یاد میں ہر سال مسلمان قربانیاں کرتے ہیں۔ اس قربانی سے ایک اطاعت شعار مسلمان کو یہ سبق ملتا ہے کہ وہ رب کی فرمانبرداری اور اطاعت میں ہر قسم کی قربانی کے لئے تیار رہے اور مال ومتاع کی محبت کو چھوڑ کر خالص اللہ تعالیٰ کی محبت دل میں پیدا کرے۔ نیز قربانی کرتے وقت یہ بات بھی ملحوظ رہنی چاہئے کہ قربانی کی طرح دیگر تمام عبادات میں مقصود

رضائے الٰہی رہے، غیر کے لیے عبادت کا شائبہ تک دل میں نہ رہے۔ گویا مسلمان کی زندگی اس آیت کی عملی تفسیر بن جائے:

"اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ" (انعام :162)

ترجمہ: میری نماز، میری قربانی، میرا جینا، میرا مرنا، سب اللہ کی رضامندی کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔

قربانی کی اہمیت اس بات سے بھی واضح ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر مداومت فرمائی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

"اَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم بِالْمَدِیْنَۃِ عَشَرَ سِنِیْنَ یُضَحِّیْ"۔

(جامع الترمذی:ج 1،ص:409: ابو اب الاضاحی)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں دس سال قیام فرمایا (اس قیام کے دوران) آپ قربانی کرتے رہے۔

# قربانی کے فضائل:

کئی احادیث میں قربانی کے فضائل وارد ہیں۔ چند یہ ہیں۔

(1): عَنْ زَیْدِ ابْنِ اَرْقَمَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ و سلم یَارَسُوْلَ اللّٰہِ مَا ھٰذِہِ الْاَضَاحِیُّ قَالَ سُنَّۃُ اَبِیْکُمْ اِبْرَاھِیْمَ علیہ السلام قَالُوْا فَمَا لَنَا فِیْھَا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ بِکُلِّ شَعْرَۃٍ حَسَنَۃٌ قَالُوْا فَالصُّوْفُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ بِکُلِّ شَعْرَۃٍ مِنَ الصُّوْفِ حَسَنَۃٌ۔

(سنن ابن ماجہ ص 226 باب ثواب الاضحیہ)

ترجمہ: حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار صحابہ رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: یارسول اللہ! یہ قربانی کیا

ہے؟(یعنی قربانی کی حیثیت کیا ہے؟) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت (اور طریقہ) ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ہمیں قربانی کرنے سے کیا فائدہ ہو گا؟ فرمایا: ہر بال کے بدلے میں ایک نیکی ملے گی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! اون کے بدلے میں کیا ملے گا؟ فرمایا: اون کے ہر بال کے بدلے میں (بھی) نیکی ملے گی۔

(2) "عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: مَا عَمِلَ آدَمِیٌّ مِنْ عَمَلٍ یَوْمَ النَّحْرِ اَحَبَّ اِلَی اللّٰہِ مِنْ اِھْرَاقِ الدَّمِ اَنَّہٗ لَیَتَأْتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ بِقُرُوْنِھَا وَاَشْعَارِھَا وَاَظْلَافِھَا وَاِنَّ الدَّمَ یَقَعُ مِنَ اللّٰہِ بِمَکَانٍ قَبْلَ اَنْ یَّقَعَ مِنَ الْاَرْضِ فَطِیْبُوْا بِھَا نَفْساً"

(جا مع الترمذی ج1ص275با ب ما جاء فی فضل الاضحیہ)

ترجمہ: عید الاضحی کے دن کوئی نیک عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک قربانی کا خون بہانے سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ نہیں۔ قیامت کے دن قربانی کا جانور اپنے بالوں، سینگوں اور کھروں سمیت آئے گا اور قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے نزدیک قبولیت حاصل کرلیتا ہے۔ لہذا خوش دلی سے قربانی کیا کرو۔

(3) " عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم مَا اُنْفِقَتِ الْوَرَقُ فِیْ شَیْءٍ اَفْضَلُ مِنْ نَحِیْرَۃٍ فِیْ یَوْمِ الْعِیْدِ"۔

(سنن الدار قطنی ص774با ب الذبائح، سنن الکبریٰ للبیہقی ج9 ص 261)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کسی کام میں مال خرچ کیا جائے تو وہ عید الاضحی کے دن قربانی میں خرچ کیے جانے والے مال سے زیادہ فضیلت نہیں رکھتا۔

# قربانی کے مسائل

## (1) قربانی واجب ہے:

ہر صاحب نصاب پر قربانی کرنا واجب ہے۔ اس بارے میں قرآن و سنت میں کئی دلائل موجود ہیں۔ چند یہ ہیں:

(1) "فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ"۔(الکوثر:2)

ترجمہ: آپ اپنے رب کی نماز پڑھیں اور قربانی کریں۔

مشہور مفسر علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

"قَالَ عِكْرَمَةُ وَعَطَاءُ وَقَتَادَةُ فَصَلِّ لِرَبِّكَ صَلٰوةُ الْعِيْدِ يَوْمَ النَّحْرِ وَنَحْرُ نُسُكِكَ فَعَلٰى هٰذَا يَثْبُتُ بِهٖ وُجُوْبُ صَلٰوةِ الْعِيْدِ وَالْاُضْحِيَّةِ"۔

(تفسیر مظہری: ج:10 ص:353)

ترجمہ: حضرت عکرمہ، حضرت عطاء اور حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں کہ "فَصَلِّ لِرَبِّكَ" میں "فَصَلِّ" سے مراد "عید کی نماز" اور "وَانْحَرْ" سے مراد "قربانی" ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ نماز عید اور قربانی واجب ہے۔

علامہ ابو بکر جصاصؒ اپنی تفسیر "احکام القرآن" میں فرماتے ہیں:

"قَالَ الْحَسَنُ صَلٰوةُ يَوْمِ النَّحْرِ وَنَحْرُ الْبَدَنِ ...قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ هٰذَا التَّاوِيْلُ يَتَضَمَّنُ مَعْنَيَيْنِ اَحَدُهُمَا اِيْجَابُ صَلٰوةِ الْاَضْحٰى وَالثَّانِيْ وُجُوْبُ الْاُضْحِيَّةِ"

(احکام القرآن للجصاص ج3ص 419 تحت سورۃ الکوثر )

ترجمہ: حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ اس آیت "فَصَلِّ لِرَبِّكَ" میں جو نماز کا ذکر ہے اس سے عید کی نماز مراد ہے اور "وانحر " سے قربانی مراد ہے۔ امام ابو بکر

جصاصؒ فرماتے ہیں کہ اس سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں:۔

1۔ عید کی نماز واجب ہے۔2۔ قربانی واجب ہے۔

(2) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے:

"اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ و سلم قَالَ مَنْ کَانَ لَہٗ سَعَۃٌ وَلَمْ یُضَحِّ فَلاَ یَقْرَبَنَّ مُصَلَّانَا"۔

(سنن ابن ماجہ ص226باب الاضاحی ھی واجبۃ ام لا ،مسند احمد ج 2 ص321 رقم 8256،السنن الکبریٰ ج9ص260کتا ب الضحایا،کنز العمال رقم 12261)

ترجمہ:رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کو قربانی کی وسعت حاصل ہو اور وہ قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عید گاہ کے قریب نہ بھٹکے۔

وسعت کے باوجود قربانی نہ کرنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت وعید ارشاد فرمائی اور وعید واجب کو چھوڑنے پر ہوتی ہے۔تو معلوم ہوا قربانی واجب ہے۔

(3) حضرت مخنف بن سلیمؓ سے روایت ہے:

"کُنَّا وُقُوْفاً عِنْدَ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ و سلم بِعَرَفَۃَ فَقَالَ یَاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّ عَلٰی کُلِّ اَھْلِ بَیْتٍ فِیْ کُلِّ عَامٍ اُضْحِیَۃً وَعَتِیْرَۃً"

(سنن ابن ما جۃ ص226باب الاضاحی ھی واجبۃ ام لا،سنن النسا ئی ج2ص 188 کتاب الفرع والعتیرۃ)

ترجمہ:ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عرفات میں ٹھہرے ہوئے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:اے لوگو!ہر گھر والوں پر ہر سال قربانی اور عتیرہ واجب ہے۔

اس حدیث سے دو قسم کی قربانیوں کا حکم معلوم ہوا،ایک عید الاضحی کی قربانی کا اور دوسرا عتیرہ کا۔

فائدہ:"عتیرہ"اس قربانی کو کہا جاتا ہے جو زمانہ جاہلیت میں رجب کے مہینے میں بتوں کے نام پر ہوتی تھی اسلام آنے کے بعد اللہ کے نام پر ہونے لگی، لیکن بعد میں اسے منسوخ فرمادیا گیا۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے:

"نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَنِ الْفَرَعِ وَالْعَتِيْرَةِ"۔

(سنن النسائی ج2 ص188 کتا ب الفرع والعتیرہ)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرع اور عتیرہ سے منع فرمادیا۔

فائدہ:"فرع"اس بچہ کو کہا جاتا تھا جو اونٹنی پہلی مرتبہ جنتی تھی اور زمانہ جاہلیت میں اسے بتوں کے نام پر قربان کیا جاتا تھا، ابتدا اسلام میں یہ اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح ہوتی رہی لیکن بعد میں اسے منسوخ کردیا گیا۔(زہر الربیٰ علی النسائی للسیوطی ج2 ص188)

(4) حضرت جندب بن سفیان البجلیؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں:"شَهِدْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم يَوْمَ النَّحْرِ فَقَالَ: مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلٰوةِ فَلْيُعِدْ مَكَانَهَا أُخْرٰى وَمَنْ لَّمْ يَذْبَحْ فَلْيَذْبَحْ"۔

( صحیح بخا ری ج2ص843 با ب من ذبح قبل الصلوٰۃ اعاد )

ترجمہ: میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خدمت میں عید الاضحی کے دن حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے عید کی نماز سے پہلے (قربانی کا جانور) ذبح کر دیا تو اسے چاہیے کہ اس کی جگہ دوسری قربانی کرے اور جس نے (عید کی نماز سے پہلے )ذبح نہیں کیا تو اسے چاہئے کہ (عید کی نماز کے) بعد ذبح کرے۔

اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عید سے پہلے جانور ذبح کرنے کی صورت میں قربانی لوٹانے کا حکم دیا جو اس بات کی دلیل ہے کہ قربانی واجب ہے۔

## (2) قربانی کس پر واجب ہے؟

جس مرد و عورت میں ایام قربانی میں یہ باتیں پائی جاتی ہوں اس پر قربانی واجب ہے:

(1) مسلمان ہو۔ دلیل: "لِاَنَّهَا قُرْبَةٌ وَالْکَافِرُ لَیْسَ مِنْ اَهْلِ الْقُرَبِ"۔

(2) (بدائع الصنائع ج 4ص195)

ترجمہ: قربانی عبادت و قربت کا نام ہے اور کافر عبادت اور قربت کا اہل نہیں۔

(2) آزاد ہو۔ دلیل: لِاَنَّ الْعَبْدَ لَا یَمْلِكُ"۔(البحر الرائق ج2 ص 271)

ترجمہ: قربانی غلام پر واجب نہیں کیوں کہ وہ کسی چیز کا مالک نہیں ہوتا۔

(3) صاحب نصاب ہو۔ دلیل: "عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ و سلم قَالَ مَنْ كَانَ لَهُ سَعَةٌ وَلَمْ يُضَحِّ فَلَا یَقْرَبَنَّ مُصَلَّانَا"

(سنن ابن ماجہ ص226 باب الاضاحی ھی واجبۃ ام لا )

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو وسعت ہو اس کے باوجود قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عید گاہ میں نہ آئے۔

تو اس سے معلوم ہوا کہ قربانی کے لیے صاحبِ وسعت ہونا ضروری ہے جسے "صاحب نصاب" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔(اس کی تفصیل آگے آرہی ہے)

(4) مقیم ہو۔ مسافر پر قربانی واجب نہیں۔ دلیل: "عَنْ عَلِیٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ لَیْسَ عَلَی الْمُسَافِرِ اُضْحِیَّةٌ"۔(المحلی بالآثار لابن حزم ج6ص37،مسئلہ نمبر 979)

ترجمہ: حضرت علیؓ فرماتے ہیں مسافر پر قربانی واجب نہیں۔

## (3) قربانی کا نصاب:

قربانی واجب ہونے کا نصاب وہی ہے جو صدقۃ الفطر کے واجب ہونے کا

نصاب ہے۔(الفتاویٰ الہندیہ ج5ص360، کتا ب الاضحیہ)

لہذا جس مرد یا عورت کی ملکیت میں ساڑھے سات تولہ سونا یا ساڑھے باون تولہ چاندی یا نقدی مال یا تجارت کا سامان یا ضرورت سے زائد سامان میں سے کوئی ایک چیز یا ان پانچوں چیزوں یا بعض کا مجموعہ ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر ہو تو ایسے مرد و عورت پر قربانی کرنا واجب ہے۔

(الجو ہر ۃ النیرۃج 1ص160،با ب من یجوز دفع الصدقۃ الیہ ومن لا یجوز )

یاد رہے کہ وہ اشیاء جو ضرورت و حاجت کی نہ ہوں بلکہ محض نمود و نمائش کی ہوں یا گھروں میں رکھی ہوئیں ہوں اور سارا سال استعمال میں نہ آتی ہوں تو وہ بھی نصاب میں شامل ہوں گی۔

( بدا ئع الصنا ئع ج2ص 159۔158،ردالمحتار ج3ص346با ب مصرف الزکوۃ والعشر )

## (4) قربانی کے جانور:

جو جانور قربانی کے لیے ذبح کئے جاسکتے ہیں: بھیڑ، بکری، گائے، بھینس، اونٹ (نر،مادہ) ہیں۔

**دلیل:** قال اللہ تعالیٰ: " ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ مِّنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ ... وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ" (انعام:143، 144)

ترجمہ: آٹھ جانور ہیں دو بھیڑوں میں سے اور دو بکریوں میں سے، دو اونٹوں میں سے اور دو گائیوں میں سے۔

**فائدہ:**

قربانی کے جانوروں میں بھینس بھی داخل ہے کیونکہ یہ بھی گائے کی ایک قسم ہے، لہذا بھینس کی قربانی بھی جائز ہے۔

**دلائل:** اجماع امت: ”وَاَجْمَعُوْا عَلٰی اَنَّ حُکْمَ الْجَوَامِیْسِ حُکْمُ الْبَقَرِ“
(کتا ب الاجماع لابن منذر ص37)

ترجمہ: ائمہ حضرات کا اس بات پر اجماع ہے کہ بھینس کا حکم گائے والا ہے۔

(2) لغت: ”اَلْجَامُوْسُ ضَرْبٌ مِّنْ کِبَارِ الْبَقَرِ“ (المنجد ص101)

ترجمہ: بھینس گائے کی ایک قسم ہے۔

(1) حضرت حسن بصری [م110ھ] فرماتے: ”اَلْجَامُوْسُ بِمَنْزِلَةِ الْبَقَرِ“

(2) (مصنف ابن ابی شیبہ ج7 ص65 رقم 10848)

ترجمہ: بھینس گائے کے درجہ میں ہے۔

(4) امام سفیان ثوری [م161ھ] فرماتے ہیں: ” تُحْسَبُ الْجَوَا مِیْسُ مَعَ الْبَقَرِ “
(مصنف عبد الرزاق ج4ص23 رقم الحدیث 6881)

ترجمہ: بھینسوں کو گائے کے ساتھ شمار کیا جائے گا۔

(5) امام مالک بن انس مدنی [م179ھ] فرماتے ہیں: ”اِنَّمَا هِیَ بَقَرٌ کُلُّهَا “
(مؤطا امام مالک ص294 باب ما جا ء فی صدقۃ البقر)

ترجمہ: یہ بھینس گائے ہی ہے (یعنی گائے کے حکم میں ہے)

ایک مقام پر فرماتے ہیں: ”اَلْجَوَامِیْسُ وَالْبَقَرُ سَوَاءٌ“۔
(کتاب الاموال لابن عبیدج2 ص385رقم 812)

ترجمہ: گائے اور بھینس برابر ہیں (یعنی ایک قسم کی ہیں)۔

**فائدہ:** جانور کے سات اعضاء کا کھانا مکروہ ہیں:

**دلیل:** عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللهِ صلی الله علیه و سلم یَکْرَهُ مِنَ الشَّاةِ سَبْعًا، اَلدَّمَ وَالْحَیَاءَ وَالْاُنْثَیَیْنِ وَالْغُدَّ وَالذَّکَرَ وَالْمَثَانَةَ وَالْمَرَارَةَ۔
(مصنف عبدالرزاق ج4 ص409 ،السنن الکبری للبیہقی ج10ص7،باب مایکرہ من الشاۃ )

ترجمہ: حضرت مجاہد بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جانور کے سات اعضاء کھانے کو ناپسند فرماتے تھے۔

(1) خون (2) مادہ جانور کی شرمگاہ (3) خصیتین (4) غدود (5) نر جانور کی پیشاب گاہ (6) مثانہ (7) پتہ

## (5) جانور کی عمر:

قربانی کے جانوروں میں بھیڑ، بکری ایک سال، گائے، بھینس دو سال اور اونٹ پانچ سال کا ہونا ضروری ہے، البتہ وہ بھیڑ اور دنبہ جو دیکھنے میں ایک سال کا لگتا ہو اس کی قربانی بھی جائز ہے۔

دلیل: ”عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم لَا تَذْبَحُوْا اِلَّا مُسِنَّةً اِلَّا اَنْ يُّعْسَرَ عَلَيْكُمْ فَتَذْبَحُوْا جَذْعَةً مِّنَ الضَّأْنِ“

(صحیح مسلم ج2ص155باب سن الاضحیہ)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قربانی کے لیے مُسِنَّة [عمر والا جانور] ذبح کرو، ہاں اگر ایسا جانور میسر نہ ہو تو پھر چھ ماہ کا دنبہ ذبح کرو جو سال کا لگتا ہو۔

اس حدیث میں دو باتیں قابل غور ہیں:

نمبر (1) اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے جانور کے لیے لفظ ”مسنہ“ استعمال فرمایا ہے بقول امام ابو عیسیٰ ترمذی ؒفقہاء کرام احادیث کے معانی و مطالب زیادہ جانتے ہیں۔ (جامع الترمذی ج1ص193باب غسل المیت)

چنانچہ جمہور فقہاء کرام ؒ نے ”مسنہ“ کا مطلب یہ فرمایا کہ اس سے مراد ”الثنی“ یعنی

وہ جانور ہے جس میں عمر کا لحاظ رکھا گیا ہو، چنانچہ بھیڑ، بکری، ایک سال کی گائے، بھینس دو سال اور اونٹ پانچ سال کا ہو۔ چند تصریحات ملاحظہ ہوں:

(۱) مشہور محدث وفقیہ علامہ ابو الحسین القدوریؒ فرماتے ہیں: ''اِنَّ الْفُقَهَاء قَالُوْا...وَالثَّنِی مِنَ الْغَنَمِ اِبْنُ سَنَةٍ وَالثَّنِی مِنْهُ مِنَ الْبَقَرِ اِبْنُ سَنَتَيْنِ وَالثَّنِی مِنَ الْاِبِلِ اِبْنُ خَمْسٍ''۔ (الفتاویٰ عالمگیریہ ج5ص367)

ترجمہ: حضرات فقہاء کرام یہ فرماتے ہیں کہ بھیڑ بکری ایک سال کی، گائے دو سال اور اونٹ پانچ سال کا ہو۔

(۲) محدث وفقیہ علامہ زین الدین بن ابراہیم ابن نجیمؒ فرماتے ہیں: ''وَالثَّنِی مِنَ الضَّأْنِ وَالْمَعْزِ اِبْنُ سَنَةٍ وَمِنَ الْبَقَرِ اِبْنُ سَنَتَيْنِ وَمِنَ الْاِبِلِ اِبْنُ خَمْسِ سِنِيْنَ''۔
(البحر الرائق ج8ص201 کتاب الاضحیہ)

ترجمہ: بھیڑ اور بکری ایک سال کی، گائے دو سال کی، اور اونٹ پانچ سال کا ہو۔

اور یہی تعریف ان کتب میں بھی موجود ہے:

(۱) بذل المجہود شرح سنن ابی داؤد ج4ص71

(۲) تکملہ فتح الملہم شرح صحیح مسلم ج3ص558

نمبر (2) مذکورہ حدیث میں ''مسنہ'' نہ ملنے کی صورت میں ''جَذْعَةٌ مِّنَ الضَّأْنِ'' کا حکم فرمایا اس سے مراد وہ دنبہ ہے جو چھ ماہ کا ہو۔ مگر دیکھنے میں ایک سال کا لگتا ہو۔

چنانچہ علامہ زین الدین ابن نجیمؒ (م 970ھ) فرماتے ہیں: ''وَقَالُوْا هٰذَا اِذَا كَانَ الْجَذَعُ عَظِيْماً بِحَيْثُ لَوْ خَلَطَ بِالثَّنِيَّاتِ يَشْتَبِهُ عَلَى النَّاظِرِيْنَ وَالْجَذَعُ مِنَ الضَّأْنِ مَا تَمَّتْ لَهُ سِتَّةُ اَشْهُرٍ عِنْدَ الْفُقَهَاءِ''۔ (البحر الرائق ج8ص202 کتاب الاضحیہ)

ترجمہ: حضرات فقہاء فرماتے ہیں کہ اس سے مراد وہ دنبہ ہے جو اتنا بڑا ہو کہ اگر اس کو سال والے دنبوں میں ملا دیا جائے تو دیکھنے میں سال والوں کے مشابہ ہو اور حضرات فقہاء کے نزدیک جذع (دنبہ) وہ ہے جو چھ ماہ مکمل کر چکا ہو۔

## (6) شرکاء اوران کی تعداد:

قربانی کا جانور اگر اونٹ گائے یا بھینس ہو تو اس میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں:

دلیل (1) "عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم مُهِلِّيْنَ بِالْحَجِّ فَاَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اَنْ نَّشْتَرِكَ فِي الْاِبِلِ وَالْبَقَرِ كُلُّ سَبْعَةٍ مِّنَّا فِيْ بَدَنَةٍ"۔ (صحیح مسلم ج1ص424 باب جوا ز الاشتراک الخ)

ترجمہ: حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کا احرام باندھ کر نکلے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ہم اونٹ اور گائے میں سات سات (آدمی) شریک ہو جائیں۔

(2) "عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ نَحَرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ اَلْبَدَنَةَ عَنْ سَبْعَةٍ وَالْبَقَرَ عَنْ سَبْعَةٍ"

(صحیح مسلم ج1ص424 باب جوا ز الاشتراک الخ)

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ ہم نے حدیبیہ والے سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قربانی کی۔ چنانچہ اونٹ سات آدمیوں کی طرف سے اور گائے بھی سات آدمیوں کی طرف سے ذبح کی۔

اگر قربانی کا جانور بکری یا بھیڑ ہو تو وہ صرف ایک آدمی کی طرف سے کفا

یت کرتی ہے:

دلیل(1) حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے:''اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم اَتَاہُ رَجُلٌ فَقَالَ اِنَّ عَلَیَّ بَدَنَۃً وَاَنَا مُوْسِرٌ بِھَا وَلَا اَجِدُھَا فَاَشْتَرِیَھَا فَاَمَرَہُ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم اَنْ یَّبْتَاعَ سَبْعَ شِیَاۃٍ فَیَذْبَحُھُنَّ''

(سنن ابن ماجہ ص 226 کتاب الاضاحی باب کم یجزی من الغنم عن البدنۃ)

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کی کہ مجھ پر ایک بڑا جانور (اونٹ یا گائے) واجب ہو چکا ہے، میں مالدار ہوں، مجھے بڑا جانور نہیں مل رہا کہ میں اسے خرید لوں (لہٰذا اب کیا کروں؟) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سات بکریاں خرید کر انہیں ذبح کرلو۔

اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے جانور کو سات بکریوں کے برابر شمار کیا۔ بڑے جانور میں قربانی کے سات حصے ہو سکتے ہیں، اس سے زیادہ نہیں۔ تو معلوم ہوا کہ ایک بکری یا ایک دنبہ کی قربانی ایک سے زیادہ افراد کی طرف سے جائز نہیں۔

دلیل(2) حضرت عبداللہ بن عمر کا ارشاد ہے:'' اَلشَّاۃُ عَنْ وَاحِدٍ''

(اعلاء السنن ج 17ص210 باب ان البدنۃ عن سبعۃ بجوا لہ بنا یہ )

ترجمہ: بکری ایک آدمی کی طرف سے ہوتی ہے۔

## (7) قربانی کے دن:

قربانی کے تین دن ہیں 12.11.10 ذوالحجہ۔

دلیل:(1) قال اللہ تعالیٰ:''لِیَشْھَدُوْا مَنَافِعَ لَھُمْ وَیَذْکُرُوا اسْمَ اللّٰہِ فِیْٓ اَیَّامٍ مَّعْلُوْمَاتٍ''۔(الحج:28)

ترجمہ:- تا کہ اپنے فوائد کیلئے آموجود ہوں اور ایام مقررہ میں ان مخصوص چوپاؤں پر اللہ کا نام لیں۔

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں: ”فَالْمَعْلُوْمَاتُ یَوْمُ النَّحْرِ وَیَوْمَانِ بَعْدَہٗ (تفسیر ابن ابی حاتم الرازی ج6ص261)

ترجمہ: ایام معلومات سے مراد یوم نحر (10 ذوالحجہ) اور اس کے بعد دو دن ہیں۔

دلیل:(2) ”عَنْ سَلْمَۃَ بْنِ الْاَکْوَعِ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ ضَحّٰی مِنْکُمْ فَلَا یُصْبِحَنَّ بَعْدَ ثَالِثَۃٍ وَبَقِیَ فِیْ بَیْتِہٖ مِنْہُ شَیْءٌ“۔

(صحیح بخاری ج2ص835 باب ما یؤکل من لحوم الاضاحی)

ترجمہ: حضرت سلمہ بن اکوعؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص قربانی کرے تو تیسرے دن کے بعد اس کے گھر میں قربانی کے گوشت میں سے کچھ نہیں بچنا چاہئے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قربانی کے دن تین ہی ہیں اس لئے کہ جب چوتھے دن قربانی کا بچا ہوا گوشت رکھنے کی اجازت نہیں تو پورا جانور قربان کرنے کی اجازت کہاں سے ہو گی؟

فائدہ: تین دن کے بعد قربانی کا گوشت رکھنے کی ممانعت ابتدائے اسلام میں تھی بعد میں اجازت دی گئی کہ اسے تین دن کے بعد بھی رکھا جاسکتا ہے۔

(مستدرک حاکم ج4ص259)

اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ ”جب تین کے بعد گوشت رکھنے کی اجازت مل گئی تو تین دن کے بعد بھی قربانی کی جاسکتی ہے“ اس لیے کہ گوشت تو سارا سال بھی رکھا جاسکتا ہے تو کیا قربانی کی اجازت سارا سال ہو گی؟! ہرگز نہیں۔ تین دن کے بعد

قربانی کی اجازت نہ پہلے تھی اور نہ اب ہے۔

**دلیل:(3)** حضرت علیؓ سے بھی یہی منقول ہے کہ قربانی کے دن تین ہی ہیں۔
(مؤطا امام ما لک ص497، کتاب الضحایا)

**دلیل:(4)** ''عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ: اَلنَّحْرُ يَوْمَانِ بَعْدَ يَوْمِ النَّحْرِ وَاَفْضَلُهَا يَوْمُ النَّحْرِ'' (احکام القرآن للطحاوی ج2ص205)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ قربانی کے دن دس ذوالحجہ اور اس کے بعد کے دو دن ہیں، البتہ یوم النحر (دس ذوالحجہ) کو قربانی کرنا افضل ہے۔

## (8) قربانی کا وقت:

قربانی کا وقت شہر والوں کے لیے نماز عید ادا کرنے کے بعد اور دیہات والو ں کے لیے جن پر نماز جمعہ فرض نہیں صبح صادق سے شروع ہو جاتا ہے لیکن سورج طلوع ہونے کے بعد ذبح کرنا بہتر ہے۔(فتاویٰ قاضی خا ن ، فتاویٰ شامی)

چنانچہ حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ: ''سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ و سلم يَخْطُبُ فَقَالَ: إِنَّ اَوَّلَ مَا نَبْدَأُ بِهِ مِنْ يَوْمِنَا هٰذَا اَنْ نُّصَلِّيَ ثُمَّ نَرْجِعَ وَنَنْحَرَ فَمَنْ فَعَلَ فَقَدْ اَصَابَ سُنَّتَنَا وَمَنْ نَحَرَ فَاِنَّمَا هُوَ لَحْمٌ يُقَدِّمُهُ لِاَهْلِهِ لَيْسَ مِنَ النُّسُكِ فِيْ شَيْءٍ'' (صحیح بخا ری ج 2 ص 834 کتا ب الاضا حی باب الذبح بعد الصلوٰۃ)

ترجمہ: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ خطبہ ارشاد فرمارہے تھے کہ ہمارے اس عید کے دن میں سب سے پہلا کام یہ ہے ہم نماز پڑھیں، پھر واپس آکر قربانی کریں، جس نے ہمارے اس طریقہ پر عمل کیا یعنی عید کے بعد قربانی کی تو اس نے ہمارے طریقے کے مطابق درست کام کیا اور جس نے نماز سے پہلے قربانی کر دی تو یہ محض گو

شت ہے جو اس نے اپنے گھر والوں کے لیے تیار کیا ہے، اس کا قربانی سے کوئی تعلق نہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عید سے پہلے قربانی کرنے سے منع فرمایا ہے، دیہات میں چونکہ نماز عید کا حکم نہیں ہے اس لئے وہاں اس شرط کا وجود ہی نہیں تو ان کے لیے یہ حکم نہ ہوگا۔ وہاں قربانی کے وقت کا شروع ہونا ہی کافی ہوگا اور اس کا آغاز طلوع فجر سے ہو جاتا ہے۔

## (9) عمومی مسائل:

(1) خصی جانور کی قربانی کرنا جائز بلکہ افضل ہے۔

(سنن ابی داؤد ج2ص386 باب ما یستحب من الضحا یا )

(2) اگر کوئی آدمی عقیقہ کی نیت سے قربانی کے جانور میں اپنا حصہ رکھ لے تو یہ جائز ہے۔(فتاویٰ عالمگیریہ ج5ص375)

(3) ایسا لنگڑا جانور جو چلتے وقت پاؤں زمین پر بالکل نہ رکھ سکتا ہو اس کی قربانی جائز نہیں البتہ اگر وہ چلنے میں اس پاؤں سے کچھ سہارا لیتا ہو تو اس کی قربانی جائز ہے

(سنن ابی داؤد ج2 ص 387،ردالمحتار ج9 ص 536 کتا ب الاضحیہ)

(4) اگر جانور کے اکثر دانت ٹوٹے ہوئے ہوں اور وہ چارہ بھی نہ کھا سکتا ہو تو اس کی قربانی جائز نہیں ہاں اگر چارہ کھا سکتا ہو تو قربانی جائز ہے۔ (ردالمحتار ج9 ص 537 کتاب الاضحیہ)

(5) جس جانور کے پیدائشی طور پر ایک یا دونوں کان نہ ہوں یا کان کا تیسرا یا اس سے زیادہ حصہ کٹا یا چرا ہوا ہو تو اس کی قربانی جائز نہیں۔ ہاں اگر تیسرے سے کم حصہ کٹا ہوا ہو تو اس کی قربانی جائز ہے۔

(جا مع التر مذی ج1 ص275 باب الاضاحی،ردالمحتار ج9 ص 537 کتا ب الاضحیہ)

(6) اگر جانور کا سینگ ٹوٹا ہوا ہے لیکن جڑ سے نہیں اکھڑا تو اسکی قربانی جائز ہے اور اگر جڑ سے اکھڑ چکا ہو تو اس کی قربانی جائز نہیں۔(سنن طحا وی ج2 س271 باب العیوب التی لا یجوز الھدا یا والضحا یا ، ردالمحتار ج9 ص 535 کتاب الاضحیہ)

(7) جانور کی دم اگر تہائی سے کم کٹی ہوئی ہو تو قربانی جائز ہے اگر تہائی یا اس سے زائد کٹی ہوئی ہو تو قربانی جائز نہیں ہے۔

(اعلا ء السنن ج17 ص237، فتاویٰ عالمگیریہ ج5ص368)

(8) گائے یا بھینس وغیرہ کا ایک تھن خراب اور باقی تین ٹھیک ہوں تو قربانی جائز ہے اور اگر دو تھن خراب ہوں تو قربانی جائز نہیں اسی طرح بکری وغیرہ کا ایک تھن خراب ہو تو قربانی جائز نہیں۔

(المعجم الاوسط ج2ص374 رقم 3578،فتاویٰ عالمگیریہ ج5ص 3 68 )

(9) جانور اگر اندھا ہو یا کانا ہو یا ایک آنکھ کی تہائی یا اس سے زائد روشنی نہ ہو تو اسکی قربانی جائز نہیں ہاں اگر روشنی تہائی سے کم جاتی رہے تو قربانی جائز ہے۔ (فتاویٰ عالمگیریہ ج5ص368)

(10) ذبح کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ مسلمان ہو۔ مشرک، مجوسی، بت پرست، اور مرتد کا ذبیحہ حرام ہے۔(بدا ئع الصنا ئع ج4ص164)

(11) افضل یہ ہے کہ قربانی کے گوشت کے تین حصے کئے جائیں ایک حصہ اپنے گھر کے لیے، ایک حصہ رشتے داروں اور دوست واحباب کے لیے اور ایک حصہ فقراء ومساکین میں تقسیم کیا جائے، اگر عیال زیادہ ہوں تو سارا گوشت خود بھی رکھ سکتے ہیں۔(فتاویٰ عالمگیریہ ج5ص371-370)

قربانی کا گوشت فروخت کرنا یا اجرت میں دینا جائز نہیں۔

(بدا ئع الصنا ئع ج4ص225)

# تکبیراتِ عیدین

**متکلمِ اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ**

عید الفطر اور عید الاضحی کی نماز دو رکعت ہے جو چھ زائد تکبیروں کے ساتھ ادا کی جاتی ہے۔ پہلی رکعت میں ثناء کے بعد قرأت سے پہلے تین زائد تکبیریں کہی جاتی ہیں اور دوسری رکعت میں قرأت کے بعد تین زائد تکبیریں کہہ کر رکوع کی تکبیر کہہ کر رکوع میں چلے جاتے ہیں۔

پہلی رکعت میں تین زائد تکبیرات چونکہ تکبیرِ تحریمہ کہہ کر ثناء کے متصل بعد کہی جاتی ہیں اور دوسری رکعت میں یہ تکبیرات کہہ کر متصل رکوع کی تکبیر کہی جاتی ہے، اس لیے اس اتصال کی وجہ سے پہلی رکعت میں تکبیرِ تحریمہ کے ساتھ مل کر یہ تکبیرات چار ہوتی ہیں اور دوسری رکعت میں رکوع کی تکبیر سے مل کر چار۔ گویا ہر رکعت میں چار تکبیرات شمار ہوں گی۔

بعض روایات میں پہلی رکعت میں تکبیرِ تحریمہ، تین زائد تکبیرات اور رکوع کی تکبیر کو ملا کر پانچ اور دوسری رکعت میں تین زائد تکبیرات اور رکوع کی تکبیر کو ملا کر چار بتایا گیا ہے اور مجموعی طور پر نو تکبیرات شمار کی گئی ہیں۔ دونوں صورتوں میں زائد تکبیرات چھ ہی بنتی ہیں۔

1: عَنِ الْقَاسِمِ اَبِیْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ قَالَ حَدَّثَنِیْ بَعْضُ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلّٰی بِنَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمَ عِیْدٍ فَکَبَّرَ اَرْبَعًا وَاَرْبَعًا ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَیْنَا بِوَجْہِہٖ حِیْنَ انْصَرَفَ فَقَالَ لَاتَنْسَوْا کَتَکْبِیْرِ الْجَنَائِزِ وَاَشَارَ بِاَصَابِعِہٖ وَقَبَضَ اِبْہَامَہٗ۔ (شرح معانی الآثار ج2 ص 371 باب صلوۃ العیدین کیف التکبیرفیھا؟)

ترجمہ: ابو عبد الرحمن قاسم فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی نے بتایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں عید کی نماز پڑھائی تو چار چار تکبیریں کہیں جب نماز سے فارغ ہوئے تو ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: بھول نہ جانا عید کی تکبیریں جنازہ کی طرح (چار) ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ کی انگلیوں کا اشارہ فرمایا اور انگوٹھا بند کر لیا۔

2: عَنْ مَكْحُولٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْ عَائِشَةَ جَلِيْسٌ لِاَبِيْ هُرَيْرَةَ: اَنَّ سَعِيْدَ بْنَ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ سَأَلَ اَبَامُوْسٰى الْاَشْعَرِيَّ وَحُذَيْفَةَ بْنَ الْيَمَانِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا كَيْفَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكَبِّرُ فِي الْاَضْحٰى وَالْفِطْرِ فَقَالَ اَبُوْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ يُكَبِّرُ اَرْبَعًا تَكْبِيْرَةً عَلَى الْجَنَائِزِ فَقَالَ حُذَيْفَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ صَدَقَ فَقَالَ اَبُوْ مُوْسٰى كَذٰلِكَ كُنْتُ اُكَبِّرُ فِي الْبَصْرَةِ حَيْثُ كُنْتُ عَلَيْهِمْ۔

(سنن ابی داؤد ج1 ص170باب التکبیر فی العیدین ،السنن الکبریٰ للبیہقی ج3ص 289 باب ذکر الخبر الذی روی فی التکبیر اربعا)

ترجمہ: حضرت مکحول فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت ابو ہریرہ کے ہمنشین ابو عائشہ نے بتایا کہ حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے سوال کیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الاضحی اور عید الفطر میں کتنی تکبیریں کہتے تھے؟ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا چار تکبیریں کہتے تھے، جیسا کہ آپ جنازہ میں کہتے تھے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ (حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ) سچ کہتے ہیں۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ جب میں بصرہ کا گورنر تھا تو وہاں بھی اسی طرح تکبیریں کہا کرتا تھا۔

3: عَنْ عَلْقَمَةَ وَالْاَسْوَدِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَا كَانَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ جَالِسًا وَعِنْدَهٗ حُذَيْفَةُ وَاَبُوْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَسَأَلَهُمْ سَعِيْدُ بْنُ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ التَّكْبِيْرِ فِي الصَّلٰوةِ يَوْمَ الْفِطْرِ وَالْأَضْحٰى فَجَعَلَ هٰذَا يَقُوْلُ: سَلْ هٰذَا وَ هٰذَا يَقُوْلُ:سَلْ هٰذَا حَتّٰى قَالَ لَهٗ حُذَيْفَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ سَلْ هٰذَا لِعَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَسَأَلَهٗ فَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُكَبِّرُ اَرْبَعًا ثُمَّ يَقْرَأُ ثُمَّ يُكَبِّرُ فَيَرْكَعُ ثُمَّ يُكَبِّرُ فِي الثَّانِيَةِ فَيَقْرَأُ ثُمَّ يُكَبِّرُ اَرْبَعًا بَعْدَ الْقِرَائَةِ۔

(المعجم الکبیر للطبرانی ج4 ص 593 رقم 9402،مصنف عبدالرزاق ج3ص167باب التکبیر فی الصلوۃ یوم العید رقم 5704)

ترجمہ: علقمہ اور اسود بن یزید کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے، ان کے پاس حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ تو ان سے حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے عید الفطر اور عید الاضحی کی تکبیروں کے متعلق سوال کیا۔ حضرت حذیفہ نے کہا: ان (حضرت ابو موسیٰ) سے پوچھو، اور حضرت ابو موسیٰ نے کہا: ان (حضرت حذیفہ) سے پوچھو، پھر حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ مسئلہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھو۔ چنانچہ انہوں نے پوچھا تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نمازی چار تکبیریں (ایک تکبیر تحریمہ اور تین تکبیرات زائدہ) کہے، پھر قراءت کرے، پھر تکبیر کہ کر رکوع کرے دوسری رکعت میں تکبیر کہے، پھر قراءت کرے، پھر قرأت کے بعد چار تکبیریں کہے۔ (تین تکبیرات زائدہ اور ایک تکبیر رکوع کے لیے)

4: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں تکبیراتِ جنازہ کے چار ہونے پر تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کا اتفاق ہوا۔ حدیث کے الفاظ ہیں:

فَاَجْمَعُوْا اَمْرَهُمْ عَلٰى اَنْ يَجْعَلُوْا التَّكْبِيْرَ عَلَى الْجَنَائِزِ مِثْلَ التَّكْبِيْرِ فِي

الْاَضْحٰی وَالْفِطْرِ اَرْبَعَ تَکْبِیْرَات۔

(شرح معانی الاآثار ج1ص319 باب التکبیر علی الجنائز کم ھو ؟)

ترجمہ: تو انہوں نے اس امر پر اتفاق کیا کہ نماز عید الاضحیٰ اور عید الفطر کی چار تکبیروں کی طرح جنازہ کی بھی چار تکبیریں ہیں۔

5: عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عنہ :فِی الْاُوْلٰی خَمْسُ تَکْبِیْرَاتٍ بِتَکْبِیْرَۃِ الرَّکْعَۃِ وَبِتَکْبِیْرَۃِ الْاِسْتِفْتَاحِ وَفِی الرَّکْعَۃِ [الْاُخْرٰی] اَرْبَعَۃٌ بِتَکْبِیْرَۃِ الرَّکْعَۃِ

(مصنف عبد الرزاق: ج3 ص166رقم الحدیث 5702باب التکبیر فی صلوۃ العید)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نماز عید کی پہلی رکعت میں رکوع اور تحریمہ کی تکبیر کو ملا کر پانچ تکبیریں ہوتی ہیں اور دوسری رکعت میں رکوع والی تکبیر کو ملا کر چار تکبیریں بنتی ہیں [خلاصہ یہ کہ ہر رکعت میں زائد تکبیروں کی تعداد تین ہے۔]

6: عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ الْحَارِثِ اَنَّہٗ صَلّٰی خَلْفَ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا فِی الْعِیْدِ فَکَبَّرَ اَرْبَعًا ثُمَّ قَرَءَ ثُمَّ کَبَّرَ فَرَفَعَ ثُمَّ قَامَ فِی الثَّانِیَۃِ فَقَرَءَ ثُمَّ کَبَّرَ ثَلَاثًا ثُمَّ کَبَّرَ فَرَفَعَ۔

(سنن الطحاوی: ج2 ص372باب التکبیر علی الجنائز کم ھو ؟)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن الحارث رحمہ اللہ نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پیچھے عید کی نماز پڑھی۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہمانے پہلے چار تکبیریں کہیں، پھر قراءت کی، پھر تکبیر کہہ کر رکوع کیا۔ پھر جب آپ دوسری رکعت کے لیے کھڑے ہوئے تو پہلے قراءت کی پھر تین تکبیریں کہیں، پھر (چوتھی) تکبیر کہہ کر رکوع کیا۔

## تکبیرات عیدین میں رفع یدین کرنے کا ثبوت

نماز عیدین میں تکبیرات کے ساتھ رفع یدین کیا جاتا ہے، دلائل ملاحظہ ہوں:

### دلیل نمبر 1:

عَنْ اِبْرَاهِيْمَ النَّخْعِيِّ اَنَّهُ قَالَ: تُرْفَعُ الْاَيْدِيْ فِيْ سَبْعِ مَوَاطِنَ،فِي افْتِتَاحِ الصَّلٰوةِ وَ فِي التَّكْبِيْرِ لِلْقُنُوْتِ فِي الْوِتْرِ وَ فِي الْعِيْدَيْنِ وَ عِنْدِ اسْتِلاَمِ الْحَجَرِ وَ عَلَى الصَّفَا وَ الْمَرْوَةِ وَبِجَمْعٍ وَعَرَفَاتٍ وَعِنْدَ الْمَقَامَيْنِ عِنْدَ الْجَمْرَتَيْنِ۔

(سنن الطحاوی:ج1ص417 باب رفع الیدین عند رویۃ البیت)

ترجمہ: جلیل القدر تابعی حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سات جگہوں میں رفع یدین کیا جاتا ہے۔(۱) نماز کے شروع میں (۲) نمازِ وتر میں قنوت کے وقت (۳) عیدین میں (۴) حجر اسود کو سلام کے وقت، (۵) صفا و مروہ پر،(۶) مزدلفہ اور عرفات میں (۷) دو جمروں کے پاس ٹھہرتے وقت

### دلیل نمبر 2:

وَاتَّفَقُوْا عَلٰى رَفْعِ الْيَدَيْنِ فِي التَّكْبِيْرَاتِ۔

(مرقاۃ المفاتیح لعلی القاری: ج 3ص495 باب صلاۃ العیدین )

ترجمہ: فقہائے کرام کا عیدین کی تکبیرات کے رفع یدین پر اتفاق ہے۔

### دلیل نمبر 3:

وَاتَّفَقُوْا عَلٰى رَفْعِ الْيَدَيْنِ فِي التَّكْبِيْرَاتِ۔

(رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمۃ: ص63)

ترجمہ: ائمہ فقہاء کا تکبیرات عیدین کے رفع یدین پر اتفاق ہے۔

## دلیل نمبر 4:

وَاَجۡمَعُوۡا عَلٰى اَنَّهٗ يُرۡفَعُ الۡاَيۡدِىۡ فِىۡ تَكۡبِيۡرِ الۡقُنُوۡتِ وَتَكۡبِيۡرَاتِ الۡعِيۡدَيۡنِ

(بدائع الصنائع للکاسانی: ج1ص484 ، رفع الیدین فی الصلوۃ)

ترجمہ: فقہائے کرام کا اس بات پر اجماع ہے کہ وتروں میں قنوت کی تکبیر اور عیدین کی تکبیرات کے وقت رفع یدین کیا جائے۔

فائدہ: پنجگانہ نمازوں میں رکوع کو جاتے، رکوع سے سر اٹھاتے اور تیسری رکعت کے شروع میں رفع یدین کرنا ممنوع اور عیدین میں کیا جانے والا رفع یدین مشروع ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن کریم میں ارشاد خداوندی ہے:

وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكۡرِىۡ (طٰہٰ:14)

ترجمہ: اور میرے ذکر کے لیے نماز قائم کرو۔

تو نماز کا وہ عمل جو خود ذکر یا مقرون بالذکر (ذکر سے ملا ہوا) ہو تو اس آیت کی رو سے مطلوب ہو گا اور اگر وہ عمل خود ذکر یا مقرون بالذکر نہ ہو تو غیر مطلوب اور قابلِ ترک ہو گا۔ عیدین والے رفع یدین کے ساتھ ذکر یعنی اللہ اکبر ملا ہوتا ہے اس لیے یہ مطلوبِ شریعت ہے اور پنجگانہ نمازوں والے مذکورہ رفع یدین میں خالی حرکت ہوتی ہے ذکر نہیں ہوتا، اس لیے یہ غیر مطلوب ہونے کی وجہ سے ممنوع ہے۔

واللہ اعلم

# قابلِ فخر ہے کام تیرا اگر۔۔۔

مولانا مقصود احمد سکھیرا حفظہ اللہ

سبحان اللہ! گردشِ لیل ونہار، زندگی کے انقلابات: سفر وحضر، مسرت وموت، صحت ومرض وغیرہ میں گم گشتہ راہِ ہدایت کے لیے مینارہ نور بن کر ہر موڑ میں عزیمت ورخصت سے بھرے احکام کی ضیاء پاشی کرکے ہر طبقہ وہر حال میں بندگانِ خدا کی برابر رہنمائی کرنے والے اس جامع گلدستہ کو شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس ہدایت نامۂ انسانیت میں جہاں سفر کے احکام ہیں تو حضر واقامت کے احکام بھی موجود ہیں اور جہاں شریعت نبوی میں مردانہ احکام تو دوسری طرف صنف نازک کی ہر بہار میں برابر رہنمائی موجود ہے، حتیٰ کہ بدلتے موسم کے بدلتے ملبوسات تک کے احکام موجود ہیں۔ شریعت اپنے احکامی سفر کو دو حصوں (عزیمت ورخصت) میں تقسیم کرتے ہوئے ہر موسم وزمانہ (سردی، گرمی) کے موزوں ومناسب احکام ومسائل فراہم کرتی ہے اور زندگی کا کوئی موڑ ایسا نہیں جس میں شریعت کی روشنی مدہم ہو اور انسان کو اپنا راہِ عمل نہ ملے۔ ہاں، یہ الگ بات ہے کہ کوئی شریعت کے رخصتی احکام میں ناجائز تصرفات اور ذاتی اجتہادات کرکے شریعت کا اصل حلیہ ہی بگاڑ دے اور اس تخریب پر عمل کرنے کو قرآن وحدیث کا اتباع سمجھے۔ مثال سے بات سمجھیں ویسے تو عمومی حکم قرآن وسنت کا وضو کے اندر پاؤں کے دھونے کا ہے لیکن شریعت نے وقتی ضرورت کے پیش نظر ٹھنڈک سے بچاؤ کے لیے بجائے پاؤں دھونے کے موزوں پر مسح کرنے کا حکم دیا۔ اب اسی رخصت کے پیش

نظر عقلی طور پر تین گروہ معرض وجود میں آئے۔

1: جو سردی گرمی ہر حال میں پاؤں پر مسح کے قائل ہوں۔

2: جو حالت کے بدلنے سے تبدیلی عمل کے قائل ہوں مثلاً ننگے پاؤں ہوں تو دھویں اور اگر پاؤں پر موزے (چمڑے والے) ہوں تو مسح کریں (یہی اعتدال ہے اور مذہب اہل السنۃ والجماعۃ)

3: جو اس رخصت سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے باریک سی جرابوں (اونی، سوتی) پر بھی مسح کے قائل ہوں، جیسے غیر مقلدین کا مذہب ہے۔

تو اب اول الذکر والوں نے مسح کے حکم میں تحریف کرتے ہوئے حالت میں تعمیم کی اور آخر الذکر طبقہ نے موزے میں ترمیم کرتے ہوئے جراب اور موزے کے فاصلے مٹا دیئے، تو اللہ رب العزت نے تو اپنے محبوب کی ہر ادا کو اصلی صورت میں زندہ رکھنا ہے تو اس نے اہل السنۃ والجماعۃ کے ذریعہ اس کی اصلی صورت کو عمومی وخصوصی حالت میں جوں کا توں باقی رکھا۔ مسلک اہل السنۃ والجماعۃ یہ ہے کہ موزوں پر مسح کرنا جائز ہے نہ کہ آج کل کی باریک جرابوں پر۔ ان کے مختصر سے دلائل پیش کیے جاتے ہیں اور آخر میں فرقہ اہل حدیث کی دھوکہ دہی کو بیان کیا جائے گا تو دیکھیے۔

1: عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ مَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ (بخاری ج1ص33)

ترجمہ: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نبی علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ آپ علیہ السلام نے موزوں پر مسح کیا۔

2: عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَمْرِو بْنِ أُمَيَّةَ الضَّمْرِيِّ أَنَّ أَبَاهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَمْسَحُ عَلَی الْخُفَّیْنِ(بخاری ج1ص33)

ترجمہ: حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو موزوں پر مسح کرتے دیکھا۔

3: عن همام قال بال جرير ثم توضأ ومسح على خفيه فقيل تفعل هذا؟ فقال: نعم ،رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم بال ثم توضأ ومسح على خفيه

مسلم ج1ص132، ترمذی ج1ص27،سنن ابی داؤد ج1ص32

ترجمہ: حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، آپ نے پیشاب کرنے کے بعد وضو کیا اور اپنے موزوں پر مسح کیا۔

4: حضرت بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم مَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ. فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنَسِيتَ قَالَ: بَلْ أَنْتَ نَسِيتَ بِهَذَا أَمَرَنِي رَبِّي(سنن ابی داؤد ج1ص33)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے موزوں پر مسح کیا تو میں نے کہا: یارسول اللہ! کیا آپ [پاؤں دھونا] بھول گئے ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں بلکہ آپ بھول رہے ہیں، موزوں پر مسح کرنے کا حکم مجھے اللہ نے دیا ہے۔

فائدہ: مسح موزے کے اوپر والے حصہ پر کیا جائے۔

5: حضرت بریدہ سے روایت ہے: أَنَّ النَّجَاشِيَّ أَهْدَى إِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم خُفَّيْنِ سَاذَجَيْنِ أَسْوَدَيْنِ ، فَلَبِسَهُمَا ثُمَّ تَوَضَّأَ ، وَمَسَحَ عَلَيْهِمَا.(مصنف ابن ابی شیبہ ج1ص204)

ترجمہ: کہ نجاشی (بادشاہِ حبشہ) نے حضور علیہ السلام کو دو چمڑے کے کالے رنگ والے موزے ہدیہ دیئے تو حضور علیہ السلام نے ان کو پہن کر وضو کیا اور ان پر مسح فرمایا۔

اور موزوں پر مسح کرنے میں مسافر اور مقیم کی مدت مسح میں فرق ہے۔

**1: عن خزیمة بن ثابت : عن النبی صلی الله علیه و سلم أنه سئل عن المسح علی الخفین ؟ فقال للمسافر ثلاثة وللمقیم یوم** (ترمذی ج1ص27)

**وری ایضاً عن عائشة وعلی رضی الله عنهما** (مسلم ج1ص135، نسائی ج1ص32)

ترجمہ: حضرت خزیمہ بن ثابت روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام سے موزوں کی مدت کے بارے سوال کیا گیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: مسافر کے لیے تین اور مقیم کے لیے ایک دن (مسح کرنا جائز ہے)

مذہب اہل السنۃ کا مختصر بیان آ چکا، نظریہ اہل السنۃ سے ہٹ کر بعض آزاد خیال اور تن آسان اور مادر زاد مجتہد احکام اسلام کو اپنی خواہش پر ڈھال کر اتباع حدیث کے جھوٹے دعویدار تن آسانی کے لیے احادیث کے اصلی مفہوم و منشاء سمجھے بغیر اپنے ناقص عقل اور کم علمی سے مفہوم کو متعین کر کے رداء اتحاد کو سلف بیزاری کے خار دار کانٹوں سے چاک کرنے والوں کا جائزہ لیتے ہیں۔

دلائل کے جوابات سے پہلے اس فرقہ کے جھوٹے ہوائی دعویٰ کا حال دیکھئے، ایک طرف جوشیلے پن اور بازو چڑھا کر نعرہ لگائیں گے کہ ہمارے دو ہاتھ قرآن وحدیث کے لیے ہیں، تو اب اس مسئلہ "مسح علی الجوربین" میں کیا یہ دونوں پریشان غیر مقلدین کو سامان تسلی مہیا کرتے ہیں یا الٹا پریشانی میں اضافہ کرتے ہیں۔ قرآن بھی خاموش ہے اور حدیث میں ان کا ہر مسئلہ بخاری سے دلیل دکھانے و دیکھنے کا دعویٰ ہوتا ہے، تو آج بخاری شریف بھی ان کے سروں پر ہاتھ نہیں رکھتی، کیونکہ پوری بخاری میں جرابوں پر مسح کرنے کی کوئی دلیل نہیں۔(چلو مزید سینے پر ہاتھ

باندھنے، ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنے، تین طلاق اکٹھی کے ایک ہونے وغیرہ کے بارے بھی پوری بخاری میں ایک حدیث نہیں ہے) لیکن کتنا سینہ تان کر، گلہ پھاڑ کر، بازو چڑھا کر جھوٹ بولتے ہیں کہ ہمارے ہر مسئلہ کی دلیل بخاری میں ہے۔

خیر بات کو اپنے رخ پر چلاتے ہوئے مختصراً دیکھتے ہیں ان کے معرکۃ الآراء و قابل اعتماد دلائل کا حال:

1: عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى الْجَوْرَبَيْنِ وَالنَّعْلَيْنِ.[ابوداؤد ج1ص33، ترمذی ج1ص29]

ترجمہ: حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے وضو کیا اور جرابوں اور جوتوں پر مسح کیا۔

## اس کا تحقیقی تجزیہ:

دلیل 1: حضرت مغیرہ بن شعبہ سے موزوں پر مسح کرنے والی روایت معروف و مشہور ہے نہ کہ جرابوں پر مسح کرنے کی، یہی وجہ ہے کہ امام بخاری و امام مسلم نے حدیث مغیرہ تو نقل کی لیکن مسح علی الجوربین کے الفاظ نقل نہیں کیے۔ اسی وجہ سے امام عبدالرحمن بن مہدی حدیث مغیرہ "مسح علی الجوربین" کو قابل بیان ہی نہ سمجھتے تھے۔ ابوداؤد ج1ص33

2: اس حدیث کو امام سفیان ثوری نے ردی اور ضعیف قرار دیا ہے۔[بیہقی ج1ص284]

امام مسلم نے ضعیف کہا ہے۔[بیہقی ج1ص284]

اور خود امام ابوداؤد نے حدیث نقل کرنے کے بعد اپنا تبصرہ سنایا کہ ولیس بالمتصل ولا بالقوی کہ یہ حدیث متصل السند اور قوی نہیں ہے۔[ابوداؤد ج1ص33]

تو جو خود کھڑی نہیں ہو سکتی وہ تمھارے مذہب کو کیا سہارا دے گی؟؟

دلیل2: عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- سَرِيَّةً فَأَصَابَهُمُ الْبَرْدُ فَلَمَّا قَدِمُوا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- أَمَرَهُمْ أَنْ يَمْسَحُوا عَلَى الْعَصَائِبِ وَالتَّسَاخِينِ. [ابوداؤد ج1ص31]

ترجمہ: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے جہاد کے لیے سریہ تشکیل دیا تو ان کو ٹھنڈ لگی تو حضور علیہ السلام نے ان کو پگڑیوں اور تساخین پر مسح کرنے کا حکم دیا۔

## اس کا تحقیقی تجزیہ:

1: اس میں "جراب" کا لفظ نہیں ہے۔

2: اس میں لفظ "تساخین" ہے اور تساخین کا معنیٰ جراب نہیں ہے بلکہ "موزہ" ہے۔ دیکھئے المنجد ص334، مصباح اللغات ص367

3: جب تساخین کا معنیٰ "موزہ" ہے تو اسی لیے مسند احمد کے اندر تساخین کی جگہ "خفیہ" کے الفاظ ہیں(مسند احمد بحوالہ نصب الرایہ ج1ص223)اور تساخین سے مراد خفاف (موزے) ہیں دیکھئے نصب الرایہ ج1ص223

نوٹ: جن احادیث میں جرابوں کا لفظ ہے تو اس مراد منعلین (یعنی جن کے نیچے چمڑا لگا ہوا ہو) ہیں۔بیہقی ج1ص285

یا موٹی ہوں دیکھنے میں جراب لیکن موزے کے قائم مقام ہے جیسا کہ مصنف ابن ابی شیبہ ج1ص216 میں حضرت سعید بن مسیب وحسن بصری رحمہا اللہ نے یہی توجیہ بین الروایات پیش کی ہے۔ خود غیر مقلدین کے "اکابر" جرابوں پر مسح کرنے کے قائل نہیں ہیں۔ مثلاً

1:مولوی میاں نذیر حسین دہلوی صاحب لکھتے ہیں:"اونی جرابوں پر مسح جائز نہیں۔" [فتاویٰ نذیریہ ج1ص327]

نیز لکھتے ہیں:" مذکورہ جرابوں پر مسح جائز نہیں کیونکہ اس کی کوئی صحیح دلیل نہیں ہے اور مجوزین نے جن چیزوں سے استدلال کیا ہے ان میں خدشات ہیں۔"

[فتاویٰ نذیریہ ج1ص327]

2:مولوی ثناء اللہ امر تسری صاحب لکھتے ہیں: جرابوں پر مسح جائز نہیں ہے اس لیے کہ اس کے جواز پر کوئی صحیح دلیل قائم نہیں ہوئی(فتاویٰ ثنائیہ ج1ص443)

3:ابوسعید شرف الدین دہلوی:" یہ مسئلہ (جرابوں پر مسح کرنے والا)نہ قرآن سے ثابت نہ حدیث مرفوع صحیح سے نہ اجماع سے نہ قیاس سے نہ چند صحابہ کے فعل اور اس کے دلائل سے---لہذا خف چرمی[چمڑا]کے سوا جراب پر مسح ثابت نہیں ہوا۔"

فتاویٰ ثنائیہ ج1ص442

4:مولوی ابوالبرکات صاحب سے سوال ہوا:

کیا جرابوں پر مسح کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

مولوی صاحب نے جواب دیا:موزوں پر مسح کرنے والی بہت زیادہ احادیث ہیں لیکن جرابوں پر مسح کرنے کے متعلق کوئی حدیث صحیح نہیں ہے۔

فتاوی برکاتیہ ص18

تو اب ہماری نہ مانیں اپنے بڑوں کی ماننے میں تو کوئی عار نہیں باعث فخر ہے کام تیرا۔

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغِ زندگی

تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن

# ”نماز اہل السنۃ والجماعۃ“ اور ایک لامذہب کے شبہات

## مفتی شبیر احمد حنفی حفظہ اللہ

حضرت الاستاذ متکلمِ اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ کی تالیف ”نماز اہل السنۃ والجماعۃ“ اپنے موضوع پر احادیث و آثار کا ایک خوبصورت مجموعہ ہے جس میں حضرات احناف کثر اللہ سوادہم کے طریقہ نماز کو مثبت انداز میں مدلل بیان کیا گیا ہے۔ اس کتاب کا شائع ہونا تھا کہ فرقہ لامذہبیہ [غیر مقلدین] پر مَنوں اَوس پڑ گئی جو احناف کی نماز کو غیر ثابت قرار دینے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے تھے۔ بحمد اللہ حضرت الاستاذ حفظہ اللہ کی اس کتاب نے اس جھوٹے پروپیگنڈے کو یکسر ختم کر دیا۔

لامذہبوں کا پروپیگنڈہ تو بے جان ہو ہی چکا تھا لیکن مشہور مثل ”رسی جل گئی پر بل نہ گیا“ کے مصداق ایک غیر مقلد نصیر احمد سلفی (؟) نے ایک چار ورقی تحریر لکھ ماری۔ موصوف نے ”نماز اہل السنۃ والجماعۃ“ کے ایک عنوان ”ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا“ [ص52] پر جس میں مردوں کے ہاتھ باندھنے کے طریقہ پر دلائل ذکر کیے گئے تھے، بڑی لے دے کی؛ ان دلائل پر بودے شبہات وارد کیے اور اس پر طرہ یہ کہ ضعیف ”دلائل“ سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ ”سینہ پر ہاتھ باندھنا ہی سنت ہے“

چونکہ اس تحریر میں کیے گئے شبہات وہی ہیں جو عام طور پر غیر مقلدین پیش کرتے رہتے ہیں اس لیے ضروری سمجھا کہ اس تحریر کا جواب دیا جائے تا کہ ہمارے سنی حنفی بھائیوں کو ان شبہات کی حقیقت معلوم ہو اور غیر مقلدین کی ”دیانت“ بھی واضح

ہو جائے۔ساتھ ساتھ ان کے مزعومہ "دلائل" کا بھی تانا بانا ایک کیا جاسکے۔

ہم پہلے "نماز اہل السنۃ والجماعۃ" سے دلائل ذکر کریں گے اس کے بعد نصیر صاحب کے شبہات کی حقیقت۔۔۔وما توفیقی الا باللہ

## دلیل نمبر1:

عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ وَضَعَ یَمِیْنَہٗ عَلٰی شِمَالِہٖ فِی الصَّلٰوۃِ تَحْتَ السُّرَّۃِ۔

[مصنف ابن ابی شیبۃ ج3 ص322،321، وضع الیمین علی الشمال،رقم الحدیث 3959 ]

ترجمہ: حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ و سلم نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے ہوئے تھے۔

**شبہ نمبر1:** نصیر سلفی صاحب لکھتے ہیں:"تحت السرۃ کے الفاظ قاسم بن قطلوبغا حنفی(802-879)نے اپنی طرف سے بڑھائے ہیں----امام محدث البقاعی اس کے بارے میں فرماتے ہیں: کذابا یضع الحدیث۔ (الضوء اللامع)"

**جواب:**

اولاً۔۔۔ سلفی صاحب غیر مقلد نے بلادلیل امام قاسم بن قطلوبغا پر الفاظ بڑھانے کی تہمت لگائی ہے حالانکہ یہ الفاظ مصنف ابن ابی شیبہ کے کئی نسخوں میں موجود ہیں[تفصیل آگے آرہی ہے]اللہ تعالیٰ بہتان تراشوں کے شرور سے امت کو محفوظ فرمائے آمین۔

ثانیاً۔۔۔ہم حیران ہیں اتنے عظیم محدث وفقیہ پر یہ مردود جرح موصوف غیر مقلد

نے کہیں حالت سکر میں تو نہیں نقل کی۔اس لیے کہ خود اسی جرح سے پہلے لکھا ہے:

وبالغ فی اذیته فانه قال---

(الضوء اللامع: ج6ص186)

ترجمہ: بقاعی امام قاسم بن قطلوبغا کو اذیت دینے میں حد سے تجاوز کر گئے اور یہ بات کہہ ڈالی کہ یہ کذاب ہے---

اس سے صاف معلوم ہوا کہ محدث بقاعی کی یہ بات محض اذیت اور تکلیف دینے کے ارادے سے ہے حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔خود علامہ سخاوی کا طرزِ بیان بھی بتا رہا ہے کہ یہ جرح خود ان کے نزدیک بھی مردود و باطل ہے۔نیز اسی محدث بقاعی کی عادت کے متعلق اسی کتب میں ایک مقام پر لکھا ہے:

وقد بالغ البقاعی فی أذاه--- جریا علی عادته

[الضوء اللامع: ج1ص9]

ترجمہ: بقاعی نے ان [ابراہیم بن احمد الحسینی] کو اذیت دینے میں حدود سے تجاوز کیا ہے جیسا کہ ان کی عادت ہے۔

ایک اور مقام پر ہے:

وقد بالغ البقاعی فی الحط علیه [یحییٰ بن محمد الاقصرائی] وعلی ولده وأتی بأکاذیب جریا علی عادته

[الضوء اللامع: ج10ص 243]

ترجمہ: محدث بقاعی امام یحییٰ بن محمد الاقصرائی اور ان کے بیٹے کی اہانت کرنے میں حدود پھلانگ گئے ہیں اور حسبِ عادت ان کے خلاف جھوٹ کا طوفان برپا کیا ہے۔

جس شخص کا یہ عالم ہو اس کی جرح نقل کرنا انصاف کا خون کرنے کے مترادف ہے،امام قاسم بن قطلوبغا بلاشبہ عظیم محدث،بلند پایہ فقیہ اور ثقہ امام تھے۔

ان کی توثیق وتعدیل حاضر خدمت ہے:

"الشیخ،العالم،الذکی[فہم و فراست کے مالک]،الامام، العلامۃ،المحدث، الفقیہ، وبرع فی فنون من فقه وعربیة وحدیث وغیرہ ذالك [اسلامی فنون مثلاً فقہ، عربیت، حدیث وغیرہ میں مہارتِ تامہ حاصل کی]

واشیر الیہ بالعلم واذن لہ غیر واحد بالافتاء والتدریس[علوم اسلامیہ کا مرجع تھے، کئی ایک مشائخ نے آپ کو افتاء وتدریس کی اجازت بھی مرحمت فرمائی تھی]

عالم بفقه الحنفیة، مورخ[تاریخ دان]،باحث،قال السخاوی فی وصفہ: امام، علامة، طلق اللسان قادر علی المناظرة [امام سخاوی نے آپ کی تعریف میں فرمایا: آپ امام اور علامہ تھے، شستہ زبان کے مالک اور باطل کے خلاف مناظرہ پر عبور رکھتے تھے]

الحافظ،العلامہ،المفنن،اثنی علیہ مشائخہ[آپ کے اساتذہ نے آپ کی بہت تعریف کی ہے]وصنف التصانیف المفیدۃ[آپ نے بڑی مفید کتب تصنیف فرمائی ہیں]

فهو من حسنات الدهر رحمه الله[آپ زمانے کے محاسن میں سے تھے]

(الضوء اللامع:ج6ص184تا189،الاعلام للزرکلی ج5ص480،ذیول تذکرۃ الحافظ لابی محاسن الدمشقی ج5ص43،شذرات الذہب للعکری ج7ص32)

محدثین وائمہ جرح وتعدیل کی ان تصریحات کے مقابلے میں سلفی صاحب کا اتنے بڑے امام کو کذاب ثابت کرنا خود موصوف کے کذاب ہونے کی دلیل ہے۔

ثالثاً۔۔۔رہا موصوف کا یہ کہنا کہ اس حدیث میں تحت السرۃ کے الفاظ قاسم بن قطلوبغا نے اپنی طرف سے نقل کیے ہیں، یہ جناب کی خوش فہمی ہے۔ امام قاسم بن قطلوبغا کی وفات 879ھ میں ہوئی۔ شیخ محمد مرتضی الزبیدی کے پاس مصنف ابن ابی شیبہ کا جو نسخہ

موجود تھا اس پر نقلِ نسخہ (کہ جس سن میں اس نسخہ کو کسی دوسرے نسخہ سے دیکھ کر لکھا گیا تھا) کی تاریخ 741ھ لکھی ہے۔

(حاشیۃ مصنف ابن ابی شیبۃ ج3ص320)

قارئین خود فیصلہ فرمائیں کہ علامہ قاسم بن قطلوبغا کی وفات سے 138 سال قبل ان الفاظ کا وجود مصنف کے نسخے میں ہے، پھر کیسے امام قاسم رحمہ اللہ پر الزام درست ہے کہ انہوں نے الفاظ بڑھائے ہیں؟!

## شبہ نمبر2:

سلفی صاحب نے حضرت شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی حفظہ اللہ کے حوالے سے لکھا: ”اس روایت میں تحت السرۃ کے الفاظ مصنف ابن ابی شیبہ کے مطبوعہ نسخوں میں نہیں--- علامہ نیموی نے آثار السنن میں مصنف کے متعدد نسخوں کا حوالہ دیا ہے کہ ان میں یہ زیادتی مذکور ہے“۔

پھر اس پر موصوف نے یہ تبصرہ کیا: ”ہم کہتے کہ نیموی حنفی کی بات صحیح نہیں، مصنف ابن ابی شیبہ کے کسی نسخہ میں یہ زیادتی مذکور نہیں“

**جواب:** سلفی صاحب نے شیخ الاسلام حفظہ اللہ کی عبارت نقل کی جو خود موصوف کے گلے پڑ رہی ہے کیونکہ:

ا: خود شیخ الاسلام حفظہ اللہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے قائل ہیں (درس ترمذی ج2ص32)

۲: شیخ الاسلام حفظہ اللہ علامہ نیموی رحمہ اللہ کی آثار السنن میں مصنف کے متعدد نسخوں میں ”تحت السرۃ“ کی زیادتی کا ذکر کرتے ہیں اور اس پر یقین بھی کرتے ہیں لیکن مؤلف نے اسے بھی رد کر دیا۔ سوال یہ ہے کہ جب آپ خود مطمئن نہ تھے تو یہ

عبارت پیش کس لیے کر رہے ہیں؟

رہا مؤلف کا حضرت شیخ الاسلام حفظہ اللہ سے یہ نقل کرنا کہ مصنف کے مطبوعہ نسخوں میں یہ الفاظ نہیں ملے تو عرض ہے کہ درج ذیل مطبوع / مخطوط نسخوں میں یہ الفاظ موجود ہیں۔ اگر ایک شخصیت کو الفاظ نہ مل سکیں تو اس کا یہ مطلب کہاں سے نکلتا ہے کہ ان الفاظ کا انکار کر دیا جائے۔ شیخ الاسلام حفظہ اللہ نے تو ایمانداری کا ثبوت دیا کہ مجھے یہ الفاظ نہیں مل سکے لیکن جناب نے ان کے فرمان کو اپنے دجل کی دلیل بنالیا۔

ملاحظہ ہوں وہ نسخے جن میں یہ الفاظ ہیں:

1: نسخہ امام قاسم بن قطلوبغا الحنفی (درہم الصرہ ص82)

2: نسخہ شیخ محمد اکرم نصرپوری (درہم الصرہ ص82)

3: نسخہ شیخ عبد القادر مفتی مکہ مکرمہ (درہم الصرہ ص82)

4: نسخہ شیخ عابد سندھی: اس کا عکس مصنف ابن ابی شیبہ بتحقیق عوامہ ج3 میں موجود ہے۔

5: نسخہ قبہ محمودیہ (در الغرۃ ص24 بحوالہ تجلیات ج4ص4)

6: امام محمد ہاشم سندھی فرماتے ہیں: منہا لفظۃ "تحت السرۃ" وقد وجدت ھی فی ثلاث نسخ من مصنف ابی بکر بن ابی شیبۃ (ترصیع الدرۃ ص4 ومصنف ابن ابی شیبہ بتحقیق عوامہ)

ترجمہ: ان میں ایک لفظ "تحت السرۃ" ہے، میں نے خود یہ لفظ مصنف ابن ابی شیبہ کے تین نسخوں میں پایا ہے۔

7: شیخ محمد عوامہ کی زیر نگرانی مدینہ منورہ سے 26 جلدوں میں طبع ہونے والی مصنف

ابن ابی شیبہ میں "تحت السرۃ" کے الفاظ موجود ہیں۔(ج3ص320 تا 322)

8:نسخہ شیخ محمد مرتضیٰ الزبیدی: اس کا عکس ملاحظہ ہو مصنف ابن ابی شیبہ بتحقیق عوامہ ج3

9:نسخہ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ فیصل آباد:(ج1ص427رقم6باب وضع الیمین علی الشمال)

لہذا موصوف کا شبہ باطل ہے۔

**دلیل نمبر2:** عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ اِنَّ مِنَ السُّنَّۃِ فِی الصَّلٰوۃِ وَضْعَ الْاَکُفِّ عَلَی الْاَکُفِّ تَحْتَ السُّرَّۃِ۔

[الاحادیث المختارہ للمقدسی ج2 ص387 رقم الحدیث 771،
مصنف ابن ابی شیبۃ ج 3ص324 ،وضع الیمین علی الشمال، رقم الحدیث 3966 ]

ترجمہ : حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نماز میں سنت یہ ہے کہ اپنے (دائیں) ہاتھ کو (بائیں) ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھا جائے۔

**شبہ نمبر1:** سلفی صاحب نے لکھا:"اس کی سند میں ایک راوی عبد الرحمن بن اسحاق الکوفی راوی ہے"

پھر چند محدثین سے اس کا ضعیف ہونا نقل کیا جن میں حافظ ابن حجر، امام زیلعی وغیرہ شامل ہیں۔

**جواب نمبر1:**

حدیث کی تضعیف و تصحیح صرف سند کی تصحیح وتضعیف پر موقوف نہیں بلکہ محدثین کا اصول ہے کہ اگر کسی حدیث سے مجتہد استدلال کرلے وہ حدیث صحیح شمار ہوتی ہے:

1: علامہ ابن الہمام رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

المجتہد اذا استدل بحدیث کان تصحیحاً لہ۔

(التحریر لابن الہمام بحوالہ رد المحتار: ج7 ص83)

ترجمہ: مجتہد کا حدیث سے استدلال کرنا اس حدیث کی صحت کی دلیل ہے۔

2: علامہ ابن حجر عسقلانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: وقد احتج بھذا الحدیث احمد وابن المنذر وفی جزمھما بذالك دلیل علی صحتہ عندھما۔ (التلخیص الحبیر لابن حجر، ج: 2، ص:143 تحت رقم الحدیث 807)

ترجمہ: اس حدیث سے امام احمد اور امام ابن المنذر رحمہا اللہ نے احتجاج کیا ہے [یعنی اسے دلیل بنایا ہے] اور ان دونوں کا اس حدیث سے احتجاج پر جزم کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے۔

3: محدث وفقیہ علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: فی جزم کل مجتہد بحدیث دلیل علی صحتہ عندہٗ (قواعد فی علوم الحدیث ،ص:58)

ترجمہ: ہر مجتہد کا حدیث سے استدلال کرنا دلیل ہے کہ حدیث اس کے نزدیک صحیح ہے۔

اس اصول کے تحت درج ذیل ائمہ نے اس روایت سے استدلال کیا ہے جو دلیل ہے کہ یہ روایت صحیح ہے۔

1: امام اسحاق بن راہویہ م238ھ (الاوسط لابن المنذر ج3ص94)

2: امام احمد بن حنبل م241ھ (مسائل احمد بروایۃ ابی داؤد ص31)

3: امام ابو جعفر الطحاوی م321ھ (احکام القرآن للطحاوی ج1ص187)

4: امام ابو بکر الجصاص الرازی م370ھ (احکام القرآن ج3ص476)

5:امام ابوالحسین القدوری م428ھ(التجرید للقدوری ج1ص479)

6:امام ابوبکر السرخسی م490ھ(المبسوط للسرخسی ج1ص24)

7:امام ابوبکر الکاسانی م578ھ(بدائع الصنائع ج1ص469)

8:امام المرغینانی م593ھ(الہدایہ ج1ص86)

9:علامہ ضیاء الدین المقدسی م643ھ(الاحادیث المختارہ ج3ص387،386)

10:امام ابومحمد المنبجی م686ھ(اللباب فی الجمع بین السنۃ و الکتاب: ج1 ص247)

11:علامہ ابن القیم م751ھ(بدائع الفوائد: ج3 ص73)

جواب نمبر2: غیر مقلد مولوی علی زئی صاحب لکھتے ہیں: روایت کی تصحیح و تحسین اس کے ہر ہر راوی کی توثیق ہوتی ہے۔(مقدمہ جزء رفع یدین :ص14 مترجم)

ہم ان محدثین و مؤلفین کا ذکر کرتے ہیں جنہوں نے ان احادیث کو صحیح یا حسن کہا ہے جن میں راوی مذکور عبدالرحمن بن اسحاق ہے، تو مذکورہ قاعدہ کی رو سے یہ اس راوی کی توثیق ہو گی۔

امام ترمذی: حسن(ترمذی رقم3563)

1:امام حاکم: صحیح الاسناد(مستدرک حاکم رقم1973کتاب الدعاء والتکبیر )

2:امام ذہبی: صحیح الاسناد(مستدرک حاکم رقم1973کتاب الدعاء والتکبیر )

3:امام ضیاء الدین مقدسی:(الاحادیث المختارہ ج3ص387،386)

تنبیہ: علی زئی صاحب کے نزدیک ضیاء مقدسی کا کسی حدیث کی تخریج کرنا اس حدیث کی صحت کی دلیل ہے۔(تعداد رکعت قیام رمضان ص23)

**4:ناصر الدین البانی غیر مقلد:حسن**(ترمذی رقم3563، باحکام الالبانی)

**جواب نمبر3:** سلفی صاحب نے امام عبد الرحمٰن بن اسحاق پر جرح تو نقل کر دی لیکن جن محدثین نے ان کی تعدیل وتوثیق کی ہے ان کا ذکر کرنا مناسب نہ سمجھا، یقیناً اس میں موصوف کی عافیت تھی ورنہ بھانڈا پھوٹ جاتا۔ تعدیل یہ ہے:

**1:امام احمد بن حنبل:صالح الحدیث**(مسائل احمد بروایۃ ابی داؤد ص31)

یاد رہے کہ "صالح الحدیث" الفاظِ تعدیل میں شمار کیا گیا ہے(قواعد فی علوم الحدیث ص249)

**2:امام عجلی:** ثقات میں شمار کیا ہے۔(معرفۃ الثقات ج2ص72)

**3:امام ترمذی:** اس کی حدیث کو حسن کہا۔(ترمذی رقم3563)

**4:امام مقدسی:** اس کی حدیث کو صحیح قرار دیا۔(الاحادیث المختارہ ج3ص387،386)

**5:امام بزار:صالح الحدیث**(مسند بزار تحت حدیث رقم696)

**6:محدث عثمانی:** اس کی حدیث حسن درجہ کی ہے۔(اعلاء السنن ج2ص193)

یاد رہے کہ اصول حدیث کا قاعدہ ہے کہ جس راوی پر جرح بھی ہو اور محدثین نے اس کی تعدیل وتوثیق بھی کی ہو تو اس کی حدیث "حسن" درجہ کی ہوتی ہے۔(قواعد فی علوم الحدیث: ص75)

تو اصولی طور پر یہ راوی حسن الحدیث درجے کا ہے، ضعیف نہیں۔ لہذا یہ روایت صحیح وحجت ہے، اعتراض باطل ہے۔

**شبہ نمبر2 :** اس کی سند میں زیاد بن زید مجہول ہے۔

**جواب:** یہ خیر القرون کے راوی ہیں اور خیر القرون کی جہالت عند الحنفیہ صحت حدیث

کو مضر نہیں۔(ترصیع الدرۃ علی درہم الصرۃ ص81،قواعد فی علوم الحدیث ص280)

نیز زیاد بن زید کا ایک متابع نعمان بن سعد موجود ہے۔

(سنن الدار قطنی رقم1113،بذل المجہود ج2ص23باب وضع الیمنیٰ علی الیسریٰ فی الصلوۃ)

لہذا روایت قابلِ استدلال ہے اور حجت ہے۔و الحمد للہ

**دلیل نمبر3:** عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ ثَلَاثٌ مِّنْ اَخْلَاقِ النُّبُوَّۃِ تَعْجِیْلُ الْاِفْطَارِ وَ تَاْخِیْرُ السُّحُوْرِ وَوَضْعُ الْیَدِ الْیُمْنٰی عَلَی الْیُسْرٰی فِی الصَّلٰوۃِ تَحْتَ السُّرَّۃِ۔

[الجوہر النقی علی البیہقی ج2 ص32]

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تین چیزیں نبوت کے اخلاق میں سے ہیں۔

1: روزہ جلدی افطار کرنا۔

2: سحری دیر سے کھانا۔

3: نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں پر ناف کے نیچے رکھنا۔

**شبہ:** سلفی صاحب نے اس روایت کے ایک راوی سعید بن زَرْبی پر جرح نقل کی ہے اور آخر میں یہ کہا ہے: "ایسے ضعیف راوی کی روایت وہی پیش کر سکتا ہے جو خود اس کی طرح ضعیف ہو گا۔"

**جواب:**

اولاً--- سعید بن زَرْبی پر اگرچہ کلام کیا گیا ہے لیکن شاہد اور مؤیدات کی بناء پر یہ روایت صحیح شمار ہو گی۔

شاہد: عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ: قَالَ ثَلَاثٌ مِّنْ اَخْلَاقِ الْاَنْبِیَاءِ- صَلَوَاتُ اللہِ وَسَلَامُہُ

عَلَيۡهِمۡ -تَعۡجِيۡلُ الۡاِفۡطَارِ وَ تَاۡخِيۡرُ السُّحُوۡرِ وَوَضۡعُ الۡكَفِّ عَلَى الۡكَفِّ تَحۡتَ السُّرَّةِ۔
(مسند زید بن علی ص:204 ،205،باب الافطار)

ثانیاً--- اس روایت کی معنوی تائید حدیثِ علی رضی اللہ عنہ اور حدیثِ وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے بھی ہوتی ہے۔[مصنف ابن ابی شیبۃ،باب وضع الیمین علی الشمال،رقم الحدیث 3966،رقم الحدیث 3959]

ثالثاً--- جامع الترمذی کی ایک روایت کو ناصر الدین البانی صاحب غیر مقلد نے صحیح قرار دیاہے اور اس میں یہی سعید بن زربی موجود ہے(دیکھیے جامع الترمذی باحکام الالبانی: رقم3544، باب خلق اللہ مائۃ رحمۃ، مکتبہ شاملہ)

خلاصہ یہ کہ یہ روایت مؤیدات اور شاہد کی بناء پر صحیح ہے،وللہ الحمد

## سینہ پر ہاتھ باندھنے کے دلائل کا جائزہ:

نصیر سلفی صاحب نے تین "دلیلیں" ذکر کی ہیں،ہر ایک کا حال پیش خدمت ہے۔

دلیل 1: سیدنا ہلب طائی فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سینے پر ہاتھ رکھے ہوئے دیکھا۔(مسند احمد)

جواب: اس کی سند میں ایک راوی سماك بن هرب ہے جس پر ائمہ جرح وتعدیل نے سخت کلام کیاہے۔

1: امام سفیان: یہ ضعیف ہے۔

2: امام شعبۃ: اس کو ضعیف قرار دیتے تھے۔

3: امام احمد: سماک مضطرب الحدیث ہے۔

4: امام صالح: یضعف [اس کو ضعیف قرار دیتے تھے]

5: امام نسائی: اذا انفرد بأصل لم یکن بحجۃ لانہ کان یلقن فیتلقن۔

[جب منفرد ہو تو بالکل قابلِ قبول نہیں کیونکہ اسے تلقین کی جاتی تھی اور یہ قبول کر لیتا تھا]

6: امام ابن عمار: **يقولون انه كان يغلط** [محدثین کا فیصلہ ہے کہ یہ غلطیوں کا شکار تھا]

7: امام ابن المبارک: **ضعيف في الحديث**۔ [حدیث میں ضعیف ہے]

8: امام ابن خراش: **في حديثه لين**۔ [اس کی حدیث میں گڑبڑ ہے]

9: امام ابن حبان: **يخطئ كثيراً** [بہت خطاکار تھا]

10: امام ذہبی: اسے ضعفاء میں شمار کیا ہے۔

11: امام ابن عدی: اسے ضعفاء میں شمار کیا ہے۔

12: امام ابن جوزی: اسے ضعفاء میں شمار کیا ہے۔

13: امام عقیلی: اسے ضعفاء میں شمار کیا ہے۔

(تہذیب التہذیب: ج3ص67۔68، میزان الاعتدال ج2ص216، المغنی للذہبی ج1ص448، الکامل لابن عدی ج4ص641، کتاب الضعفاء والمتروکین لابن جوزی ج2ص26، کتا ب الضعفاء الکبیر للبیہقی ج2ص178)

14: امام ابو القاسم الکعبی م319ھ نے سماک کو "**باب فيه ذكر من رموه بانه من اهل البدع واصحاب الاهواء**" [ان لوگوں کا بیان جنھیں محدثین نے اہل بدعت اور خواہش پرست کہا ہے] کے تحت ذکر کیا ہے۔

(دیکھئے قبول الاخبار ومعرفۃ الرجال ج2ص381۔390 )

**ان تصریحات سے ثابت ہوا کہ سماك بن حرب جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔**

**اس میں دوسرا راوی قبيصه بن هلب ہے یہ عند الائمہ مجہول ہے:**

امام ابن المدینی اور امام نسائی فرماتے ہیں: **مجهول**۔ [یہ مجہول ہے]

(تہذیب التہذیب ج5ص326،325)

پس یہ روایت سماک بن حرب کے شدید ضعف اور قبیصہ کی جہالت کی وجہ سے سخت ضعیف اور نا قابل حجت ہے۔

دلیل 2: سیدنا وائل کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی تو آپ نے اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر سینے پر باندھے۔( صحیح ابن خزیمہ )

جواب 1: اس کی سند میں ایک راوی مؤمل بن اسماعیل ہے جس پر بہت سارے ائمہ نے کلام کیا ہے۔ ائمہ کی آراء ملاحظہ فرمائیں:

**1: قال البخاری: منکر الحدیث** ۔[اس کی حدیث میں نکارت اور اوپرا پن پایا جاتا تھا]

**2: قال ابو ذرعة: فی حدیثه خطاء کثیر** [اس کی حدیث میں بہت خطاء پائی جاتی ہے]

**3: وقال ابو حاتم: کثیر الخطاء و دفن کتبه فکان یحدث من حفظه فکثر خطاء** ۔[اس کی خطائیں بہت زیادہ ہیں، اس کی جب کتابیں ضائع ہو گئیں تھیں تو یہ حافظہ کے بل بوتے پر احادیث بیان کرتا تھا تو کثرت سے خطا کرتا تھا]

**4: و قال ابو داؤد: یهم فی شئی** ۔[کئی ایک چیزوں میں وہم کا شکار تھا]

**5: قال ابن حبان ربما اخطاء** ۔[خطائیں کرتا تھا]

**6: و قال الساجی: کثیر الخطاء و له اوهام** [اس کی خطائیں بہت زیادہ ہیں اور وہم کا بھی شکار تھا]

**7: قال ابن سعد: کثیر الغلط** ۔[کثرت سے غلطیاں کرتا تھا]

**8: قال ابن قانع: یخطی** [خطاکار تھا]

**9: و قال الدار قطنی: کثیر الخطاء** [بہت خطائیں کرتا تھا]

**10: قال محمد بن نصر المروزی: کان سیئی الحفظ کثیر الغلط** [اس کا حافظہ خراب تھا اور یہ کثرت سے غلطیاں کرتا تھا]

(المغنی فی الضعفاء للذهبی ج:2ص:446 ،میزان الاعتدال لذهبی ج:4ص:417،تهذیب التهذیب ج:6 ص:489۔490)

**11:** امام ذھبی نے اس[مؤمل] کو ضعفاء میں ذکر فرمایا ہے (المغنی ج:2ص:446)

**12:** ناصر الدین البانی غیر مقلد نے بھی اس سند کے بارے میں یہی کہا ہے: "اسنادہ ضعیف لان مؤملا وھو ابن اسماعیل سیئی الحفظ"

(حاشیہ ابن خزیمہ للالبانی ج:1ص:272)

ترجمہ: اس روایت کی سند ضعیف ہے کیونکہ اس میں مومل بن اسماعیل ہے، جو برے حافظہ کا مالک تھا۔

نیز اس کی سند میں ایک راوی حضرت سفیان ثوری بھی ہیں اور حضرت سفیان ثوری خود ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے قائل ہیں۔ (فقہ سفیان الثوری ص:561)

اور اصول حدیث کا قاعدہ ہے کہ راوی کا اپنا عمل جب روایت کے خلاف ہو تو وہ روایت قابل عمل نہیں ہوتی۔ (المنار مع شرحہ ص190)

لہذا یہ روایت ضعیف، ساقط العمل اور قابلِ ترک ہے۔

دلیل 3: حضرت طاوس فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا دایاں ہاتھ نماز میں اپنے بائیں پر رکھ کر سینے پر باندھا کرتے تھے۔

جواب: اللہ جناب کو اپنے مذہب کا علم نصیب فرمائے۔

اولاً۔۔۔یہ روایت مرسل ہے اور مرسل غیر مقلدین کے ہاں ضعیف ہوتی ہے پھر اسے پیش کرنے کا مقصد؟؟

ثانیاً۔۔۔اس کی سند میں ایک راوی سلیمان بن موسیٰ دمشقی ہے۔ اس پر بہت سے ائمہ نے زبردست جرح کی ہے۔

1: امام بخاری: عندہ مناکیر [اس کے پاس منکر روایات ہوتی ہیں]

2:امام نسائی:لیس بالقوی فی الحدیث [حدیث میں قوی نہیں ہے]

3:امام عقیلی نے ضعفاء میں شمار کیا ہے۔

4:امام ابن عدی نے ضعفاء میں شمار کیا ہے۔

5:امام ذہبی نے ضعفاء میں شمار کیا ہے۔

(الضعفاء الصغیر للبخاری ص55،56، الضعفاء والمتروکین للنسائی ص186،الضعفاء الکبیر للعقیلی ج2ص140،الکامل فی الضعفاء ج3ص1113،المغنی فی الضعفاء ج1 ص445 وغیرہ)

**پس یہ روایت حد درجہ ضعیف وناقابل اعتبار ہے۔**

## ایک عمومی شبہ اور اس کا جواب:

غیر مقلد عموماً ایک شبہ پیش کرتے ہیں کہ آپ [احناف] ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کو سنت کہتے ہیں تو آپ کی عورتیں خلاف سنت نماز پڑھتی ہیں کیونکہ وہ سینہ پر ہاتھ باندھتی ہیں۔ یہی راگ سلفی صاحب نے بھی الاپا ہے۔

## جواب:

مرد وعورت کی نماز میں فرق ہے اور یہ فرق دلائل سے ثابت ہے۔ مردوں کے لیے سنت ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا ہے [دلائل بیان ہو چکے ہیں] اور عورت کے لیے سنت سینے پر ہاتھ رکھنا ہے۔ دلیل اس کی اجماعِ امت ہے۔

واضح رہے کہ اہل السنۃ و الجماعۃ چار دلائل شرعیہ کو مانتے ہیں۔ قرآن، سنت، اجماع اور قیاس۔ اگر ان میں سے کسی ایک دلیل سے مسئلہ ثابت ہو جائے تو وہ شرعی مسئلہ ہو گا۔ عورت کے بارے میں فقہاء کا اجماع ہے کہ وہ قیام کے وقت اپنے ہاتھ سینہ پر رکھے گی۔ چنانچہ علامہ عبد الحئی لکھنوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَاَمَّا فِیْ حَقِّ النِّسَاءِ فَاتَّفَقُوْا عَلٰی اَنَّ السُّنَّۃَ لَھُنَّ وَضْعُ الْیَدَیْنِ عَلَی الصَّدْرِ لِاَنَّھَامَا اَسْتَرُلَھَا۔

(السعایۃ ج 2ص156)

ترجمہ: رہا عورتوں کے حق میں [ہاتھ باندھنے کا معاملہ] تو تمام فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ان کے لیے سنت سینہ پر ہاتھ باندھنا ہے کیونکہ اس میں پردہ زیادہ ہے۔

سلطان المحدثین ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَالْمَرْاَۃُ تَضَعُ [یَدَیْھَا] عَلٰی صَدْرِھَا اِتِّفَاقًا لِاَنَّ مَبْنٰی حَالِھَا عَلَی السَّتْرِ۔

(فتح باب العنایۃ: ج1 ص243 سنن الصلوۃ)

ترجمہ: عورت اپنے ہاتھ سینہ پر رکھے گی، اس پر سب فقہاء کا اتفاق ہے، کیونکہ عورت کی حالت کا دارومدار پردے پر ہے۔

نوٹ:

مرد و عورت کی نماز میں تفصیلی فرق جاننے کے لیے شیخ التفسیر و الحدیث مولانا منیر احمد منور صاحب دامت برکاتہم کی کتاب ”مرد و عورت کی نماز کے فرق پر تفصیلی جائزہ“ ملاحظہ فرمائیں۔

قارئین کرام!

آپ نے لا مذہب فرقہ کے شبہات کے جوابات ملاحظہ فرمالیے اور ان کے مزعومہ ”دلائل“ کا حال بھی دیکھ لیا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ احناف حضرات کا عمل عین سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر مبنی ہے اور غیر مقلد حضرات اپنے ”مذہب“ کو ثابت کرنے میں کس قدر ناکام رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں وسوسہ ڈالنے والوں کے شر سے محفوظ فرمائے۔ آمین

# ملفوظات حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ

## انتخاب: مولانا محمد علی ڈیروی حفظہ اللہ

حضرت اوکاڑی رحمہ اللہ نے فرمایا: "قربانی کے جانور کے بارے میں حدیث میں "مُسِنّۃ" کا لفظ آیا ہے۔ اس کا مطلب کیا ہے؟ فتاویٰ نذیریہ میں ہے: مسنہ ہر جانور میں سے "ثنی" کو کہتے ہیں اور ثنی کہتے ہیں بکری میں سے جو ایک سال کی ہو، دوسرا شروع ہو اور گائے بھینس میں سے جو دو سال کی ہو، تیسرا شروع اور اونٹ کا جو پانچ سال کا ہو، چھٹا شروع ہو۔

فتاویٰ نذیریہ: ج2،ص52، فتاویٰ علماء حدیث: ج13،ص124

اس فتویٰ پر مولانا عبد الرحمن مبارکپوری اور میاں نذیر حسین کے علاوہ سات اور غیر مقلدین کے دستخط ہیں اور علامہ شوکانی رحمہ اللہ نے بھی یہی بیان کیا ہے۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ اب غیر مقلدین کہتے ہیں کہ "مسنہ" کا یہ معنیٰ فقہاء نے بیان کیا ہے، لغت میں اس کا معنیٰ ہے "دوندا" یعنی جس کے دو دانت گر گئے ہوں۔ عرض یہ ہے اگر آپ نے مسنہ میں فقہاء کا بیان کردہ معنیٰ چھوڑ کر لغت کا سہارا لیا ہے تو اگر کوئی شخص "صلوٰۃ" کا معنی "دعا" ہی لے یا حج کا لغوی معنی "ارادہ کرنا" ہی لے اور ارادے کو ہی حج سمجھے اور زکوٰۃ کا لغوی معنی "پاکی" ہی لے اور ان الفاظ کے شرعی معنیٰ کا لحاظ نہ کرے تو پھر آپ ان کو فقہاء کی طرف آنے کی دعوت کیونکر دیں گے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ان کو غلط راستہ آپ ہی دکھا رہے ہیں کیونکہ اس مسئلہ میں تو آپ بھی فقہاء سے بگڑ گئے ہیں۔"

حضرت اوکاڑی رحمہ اللہ نے فرمایا: "اس بات پر ساری امت کا اتفاق ہے کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ دس تاریخ کو ہی قربانی کرتے تھے اور اسی دن قربانی کرنے کا ثواب زیادہ ہے اور اس پر بھی امت کا اتفاق ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کے دن فرمایا کہ تین دن بعد قربانی کا گوشت گھر نہ رکھنا۔ یہ حدیث تقریباً 16 صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے مروی ہے اور متواتر ہے۔ اس حدیث سے جمہور امت نے یہی سمجھا کہ جب چوتھے دن گوشت کی ایک بوٹی رکھنے کی بھی اجازت نہیں تو پورا بکرا قربان کرنا کیسے جائز ہو گا۔ معلوم ہوا قربانی کے تین دن ہی ہیں۔

1 مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: اَلْاَضْحٰى يَوْمَانِ بَعْدَ يَوْمِ الْاَضْحٰى

موطا ص:497

مالک اور نافع کی سنہری سند سے مروی ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم فرماتے تھے: قربانی کے تین دن ہیں:10، 11، 12۔

2 مَالِكٌ اَنَّهٗ بَلَغَهٗ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ مِثْلَ ذٰلِكَ

موطا،ص:497 وصلی فی المحلی ص:320ج:7

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی قربانی کے تین دن فرماتے تھے، ابن حزم المحلی میں اس کی سند بیان کی ہے۔

منکرینِ حدیث نے اعتراض کیا تھا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ قربانی نہیں کرتے تھے۔ اس کا جواب دیتے ہوئے حضرات غیر مقلدین لکھتے ہیں: سوال یہ ہے کہ اگر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ اول اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ثانی نے اپنی زندگی بھر عید الاضحیٰ کے موقع پر قربانی نہیں کی تھی تو وہ تین دن تک قربانی کے قائل کس لیے تھے۔

فتاویٰ علماء حدیث صفحہ34جلد13

اس فتویٰ میں صاف تسلیم کیا کہ حضرت عمر ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما

تین دن قربانی کے قائل تھے۔ امام ابن حزم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ،حضرت انس رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے قربانی کے تین ہی دن روایت کیے ہیں۔

المحلی صفحہ 377جلد 7

ہمارے غیر مقلدین دوستوں کا شیوہ یہ ہے کہ معروف روایات پر جو تعامل جاری ہے اس کو مٹانے کیلئے منکر روایات کا سہارا لیا کرتے ہیں۔ یہاں بھی یہی ہوا، تین قربانی کی بنیاد مذکورہ متواتر روایت پر تھی ۔ دورِ صحابہ رضی اللہ عنہم میں تمام مراکز اسلام مکہ مکرمہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہ، مدینہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، کوفہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ ،بصرہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ اس پر فتویٰ دیتے تھے۔ کہیں بھی کسی منکر روایت کا سہارا لے کر اس فتویٰ کی مخالفت نہیں کی ۔ مگر ہمارے غیر مقلدین حضرات اس لئے یہ ایک منکر حدیث لے اڑے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ایامِ تشریق کھانے پینے کے دن ہیں یعنی ان میں روزہ نہ رکھیں۔ یہ مضمون تقریباً چودہ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے روایت فرمایاہے۔ اس کے خلاف حضرت جبیر رضی اللہ عنہ بن مطعم کی روایت میں ایک روای سلیمان بن موسیٰ الاشدق نے کھانے کی بجائے لفظ ”ذبح“ بیان کر دیا۔ غیر مقلدین میں سے جو علم حدیث سے معمولی مناسبت بھی رکھتے ہیں وہ اس کو صحیح نہیں مانتے، چنانچہ ان کے سابقہ مناظر اعظم مولانابشیر احمد سہوانی اس کو ضعیف کہتے ہیں۔

فتاویٰ علماء حدیث صفحہ 178جلد 13

[ماخوذ از: تجلیات صفدر: جلد 5، صفحہ 281 تا 284]

# مرکز اہل السنۃ والجماعۃ میں اکابر ومشائخ کی آمد

ادارہ

مرکز اہل السنۃ والجماعۃ 87 جنوبی سرگودھا اصلاحِ عقائد و نظریات کی بنیاد پر قائم ہونے والا ایک منفرد ادارہ ہے جس کا بنیادی مقصد عقائد و مسائل اہل السنۃ و الجماعۃ کی ترویج اور باطل نظریات کی دلائل کے ساتھ تردید کرنا ہے۔ اپنے اس مقصد کی طرف رواں دواں یہ ادارہ جہاں عوام الناس کی امیدوں کا مرکز ثابت ہوتا ہے وہاں حضرات اکابر کی وقتاً فوقتاً حاضری سے بھی مزین ہوتا رہتا ہے۔ مشائخ عظام کی آمد جہاں مرکز اور متخصصین کی حوصلہ افزائی کا باعث بنتی ہے وہاں ان کی قیمتی معلومات، مفید نصائح اور کارآمد مشورے ان طلبہ کے لیے مشعلِ راہ ہوتے ہیں جو اس میدانِ دعوت وارشاد میں کام کرنے کے خواہاں ہیں۔

## حضرت مولانا محمد زاہد الراشدی دامت برکاتہم:

27 ستمبر 2012ء: امام اہل السنۃ حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کے علمی جانشین صاحبزادہ حضرت مولانا محمد زاہد الراشدی دامت برکاتہم مرکز تشریف لائے۔ "احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے احناف کا منہجِ استدلال" کے عنوان پر تخصص فی التحقیق و الدعوۃ کے شرکاء سے خطاب فرماتے ہوئے فقہ کی ضرورت و اہمیت، فقہاء صحابہ کا تعارف، امام صاحب کے طرزِ استدلال اور عصرِ حاضر میں اجتہاد سے متعلق پائے جانے والے نظریات پر روشنی ڈالی۔ انھوں نے کہا: آپ حضرات کا میدان فتنوں کے خلاف کام کرنے کا ہے، لہذا اپنی سوچ اور فکر حضرت

حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ والی پیدا کریں۔ مرکز کے کام کو سراہتے ہوئے آپ نے اراکینِ مرکز خصوصاً متکلمِ اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ کے حق میں ترقی کی دعا فرمائی۔

## مولانا محمد قاسم دامت برکاتہم:

3- اکتوبر 2012ء: جامعہ قاسم العلوم فقیروالی کے مہتمم و شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد قاسم صاحب دامت برکاتہم تشریف لائے۔ انھوں نے متخصصین سے گفتگو کرتے ہوئے رئیس المناظرین، حجۃ اللہ فی الارض حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ کے ابتدائی حالات پر روشنی ڈالی، ساتھ ساتھ یہ بھی بتایا کہ اس قیمتی ہیرے کو تلاش کرنے اور متعارف کرانے میں اس عاجز (مولانا محمد قاسم صاحب) کا بڑا دخل ہے۔ مزید فرمایا کہ مجھے حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ اب متکلمِ اسلام حفظہ اللہ کی شکل میں نظر آتے ہیں، یہ [متکلمِ اسلام حفظہ اللہ] حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ کے حقیقی جانشین ہیں جو حضرت کے مشن کو سنبھالے ہوئے ہیں۔

## حضرت مولانا محب اللہ دامت برکاتہم:

4-اکتوبر 2012ء: خواجہ خواجگان، امام الاولیاء حضرت مولانا خواجہ خان محمد نور اللہ مرقدہ کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا محب اللہ صاحب دامت برکاتہم [لورالائی] مرکز تشریف لائے، متخصصین سے گفتگو فرمائی اور "شریعت و طریقت" کے عنوان پر قیمتی نصیحتیں فرمائیں۔ الفاظ حضرت دامت برکاتہم کے سادہ لیکن گفتگو دل میں اترنے والی تھی۔ بعد از بیان مرکز کی کارکردگی اور متکلمِ اسلام حفظہ اللہ کی جدو جہد سن کر خصوصی دعا فرمائی۔

## مولانا عبد الخبیر آزاد حفظہ اللہ:

4-اکتوبر 2012ء: بادشاہی مسجد لاہور کے خطیب حضرت مولانا عبد الخبیر آزاد حفظہ اللہ بعد از نمازِ عشاء متکلمِ اسلام حفظہ اللہ سے ملاقات کے لیے تشریف لائے، متکلمِ اسلام حفظہ اللہ کو رہائی پر مبارکباد دی۔

## حضرت مولانا عبد الغفور دامت برکاتہم:

5-اکتوبر 2012ء: سالانہ ختمِ نبوت کانفرنس [چناب نگر] کے اختتام پر حضرت مولانا خواجہ خان محمد نور اللہ مرقدہ کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا عبد الغفور دامت برکاتہم [واہ کینٹ] متکلمِ اسلام حفظہ اللہ کی دعوتِ صالحہ پر مرکز تشریف لائے۔ بعد نمازِ مغرب متکلمِ اسلام حفظہ اللہ کی دعوتی سرگرمیوں اور فرقِ باطلہ کے خلاف انتھک کوششوں کی قبولیت اور مرکز کی دن دگنی رات چوگنی ترقی کے لیے خصوصی دعا فرمائی۔

## مولانا مفتی محمد زاہد حفظہ اللہ:

6-اکتوبر 2012ء: جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد کے مہتمم اور شیخ الحدیث جانشینِ شیخ الحدیث مولانا نذیر احمد نور اللہ مرقدہ حضرت مولانا مفتی محمد زاہد حفظہ اللہ تشریف لائے۔ متخصصین سے "علم و علماء کی اہمیت" کے موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ فرقِ باطلہ سے گفتگو کرتے وقت علم کی قدر و منزلت ملحوظ ہونی چاہیے اور ذاتیات کو ایک طرف رکھ کر دلائل سے باطل نظریہ کا رد کرنا چاہیے۔ دورانِ گفتگو اکابرین کے واقعات سے مجلس کشتِ زعفران بنی رہی۔